چکا ہے، لیکن اتنا عرصہ گزرنے کے بعد بھی اس میں کہیں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوسکی ہے۔ حالت یہ ہے کہ اس کو پڑھنے کے لئے جو زیر و زبر لگائے گئے ہیں ان تک میں کسی طرح کی تبدیلی نہیں آئی ہے۔ پوری زمین پر مسلمان ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں، ہر ملک کے مسلمانوں کی زبان مختلف ہے، تہذیب کے لحاظ سے مسلمان یکسانیت نہیں رکھتے لیکن قرآن مجید کے معاملے میں ساری دنیا کے مسلمانوں میں حیرت انگیز یکسانیت موجود ہے۔ ہر ملک کے مسلمان جب قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں تو ان سب کے پڑھنے کا طریقہ ایک ہی جیسا ہوتا ہے۔ مسلمان عربی جانیں یا نہ جانیں لیکن قرآن مجید کو عربی لہجہ میں ہی پڑھتے ہیں۔ قرآن مجید کے حق ہونے کی یہ ایک ایسی روشن دلیل ہے جس کا مقابلہ عیسائی مذہب نہیں کرسکتا۔

مسلمان عالم کی تقریر ختم ہونے پر سامعین کو دعوت دی گئی کہ وہ اپنے شکوک و شبہات کے ازالہ کے لئے سوالات کرسکتے ہیں۔ عیسائیوں نے بہت سے سوالات کئے جن کا جواب مسلمان عالم دین نے نہایت ہی مدبرانہ طریقے پر دیا۔ عیسائی مسلمان عالم دین کی تقریر سے بے حد متاثر نظر آتے تھے۔ میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ عیسائی جس مذہب کو اپنے لئے نجات کا ذریعہ مانتے ہیں، وہ قابل عمل کیسے ہے۔

مسلمان عالم دین کی تقریر کے جواب میں عیسائی پادری کو دعوت دی گئی کہ وہ اسلام کی وحدانیت کے نقطہ نظر کو غلط ثابت کرنے کے لئے کچھ فرمائیں۔ جب پادری نے اسلام کی وحدانیت کے نظریے کو غلط ثابت کرنے کے لئے تثلیث کے مسئلے کو پیش کیا تو ہر طرف سے شور وغل ہونے لگا اور یونیورسٹی کے پروفیسر تک نے کھڑے ہوکر اعلان کردیا کہ پادری اپنے نظریہ کو ثابت کرنے میں ناکام رہے ہیں اور مسلمان عالم دین نے جو باتیں کہی ہیں، ان کا جواب پادری کے پاس نہیں ہے۔

وقت گزرتا گیا اور میں اسلام کے بارے میں گہرائی کے ساتھ سوچنے لگا۔ جلدی ہی وہ منزل آگئی جب میں نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ یہ ایک چھوٹی سے بحث تھی جو یونیورسٹی کے مرکزی ہال میں شروع ہوئی تھی لیکن اس بحث نے میرے قلب ونظر کی دنیا کو بدل دیا۔ ماضی میں ڈیوڈ گیرانڈ تھا، لیکن آج دنیا مجھے محمد ابراہیم کے نام سے جانتی ہے، خدا کرے جو ہدایت مجھے ملی ہے وہ دنیا کے ہر گمراہ کو حاصل ہوجائے۔ (آمین)

بقیہ............ نیک اولاد، خوش نصیب والدین

دونوں میں تکرار ہوئی اور لڑائی جھگڑے کی نوبت آگئی۔ لوگ جمع ہوگئے۔ ان میں امام مالکؒ بھی تھے۔ امام مالکؒ نے جو ابھی طالب علم تھے اجنبی شخص سے کہا کہیں اور ٹھکانہ تلاش کرو۔ فرخ نے کہا یہ میرا گھر ہے۔ جس میں میں داخل ہورہا ہوں، اور میرا نام فرخ ہے۔

ربیعہؒ کی والدہ نے اپنے شوہر کی آواز پہچان لی اور انہیں اندر بلایا اور باپ بیٹے کو ملادیا۔ جب اطمینان وسکون ہوگیا تو فرخ نے اپنی بیوی سے ان تین ہزار دینار کے بارے میں پوچھا جو وہ جاتے وقت اپنی بیوی کو دے کر گئے تھے۔ بیوی نے جواب دیا وہ بحفاظت رکھے گئے ہیں اور تفصیل بعد میں بتائی جائے گی۔ دوسرے دن بعد نماز فجر فرخ درس کی مجلس میں بیٹھ گئے تو دیکھا کہ ان کے فرزند ربیعہؒ مسند درس پر بیٹھ کر وعظ و نصیحت کررہے ہیں۔ شاگردوں کی کثرت ہے جن میں حسن بصریؒ، اوزاعیؒ، لیث مصریؒ کے علاوہ امام مالکؒ بھی شامل ہیں۔ فرخ کا دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ گھر آکر اپنے بیٹے کے فضل وکمال کا ذکر اپنی بیوی سے کیا۔ بیوی نے دریافت کیا: آپ کو اپنے فرزند کی قدر و منزلت زیادہ پسند ہے یا وہ تین ہزار دینار؟ فرخ نے کہا کہ اپنے فرزند کی عزت زیادہ پسند ہے۔ بیوی نے کہا کہ میں نے تمہارا خزانہ اسی مٹی میں دفن کیا ہے۔ (بحوالہ ائمہ اربعہ)

امام ربیعہؒ جنہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے تعلیم پائی، مشہور تابعی، قرون اولیٰ کے محدث اور فقیہ تھے۔ انہیں مدینۃ الرسول کے مفتی ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

گلستان کے رونے سے کچھ ملتا نہیں فانی
نظر میں حسن پیدا کر سنور جائے گا ویرانہ

کچھ اہم و مفید مطبوعات

از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ		بچوں کی قصص الانبیاء حصہ سوم	15/-	اسلام کیا ہے؟ (اردو)	30/-
کاروان زندگی حصہ اول (نیا ایڈیشن)	100/-	بچوں کی قصص الانبیاء حصہ چہارم	12/-	اسلام کیا ہے؟ (ہندی)	35/-
کاروان زندگی حصہ دوم (نیا ایڈیشن)	90/-	ہمارے حضورؐ (اردو) 15/- ہمارے حضورؐ (ہندی)	20/-	دین وشریعت	70/-
کاروان زندگی حصہ سوم	80/-	موج تسنیم (اردو)	زیر طبع	ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت	70/-
کاروان زندگی حصہ چہارم	90/-	مناجات ہاتف	10/-	قادیانی مسلمان نہیں	25/-
کاروان زندگی حصہ پنجم	80/-	دیار حبیبؐ	5/-	آپ حج کیسے کریں؟ (نیا ایڈیشن)	40/-
کاروان زندگی حصہ ششم (نیا ایڈیشن)	90/-	از مخدومہ خیر النساء بہترؒ		آپ حج کیسے کریں؟ (ہندی) (نیا ایڈیشن)	45/-
کاروان زندگی حصہ ہفتم	80/-	حسن معاشرت (نیا ایڈیشن)	15/-	درس قرآن	200/-
مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی (نیا ایڈیشن)	40/-	کلید باب رحمت	6/-	دیگر مصنفین کرام کی تصانیف	
حج کے چند مشاہدات	6/-	ذائقہ (نیا ایڈیشن)	15/-	تذکرہ حضرت سید احمد شہیدؒ	45/-
خواتین اور دین کی خدمت	25/-	ذکر خیر 〃	15/-	مکتوبات مفکر اسلامؒ (اول)	80/-
کاروان ایمان وعزیمت (نیا ایڈیشن)	35/-	از: حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ		مکتوبات مفکر اسلامؒ (دوم)	120/-
دعائیں	10/-	لبیک اللھم لبیک	30/-	(مولانا سید محمد حمزہ حسنی صاحب)	
سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ (نیا ایڈیشن)	90/-	سوانح حضرت مولانا خلیل سہارنپوریؒ	50/-	تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہ	35/-
سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا		سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ	150/-	سیرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ	30/-
کاندھلویؒ (نیا ایڈیشن)	90/-	زبان کی نیکیاں	15/-	(مولانا محمد الحسنیؒ)	
نبی رحمتؐ (نیا ایڈیشن)	200/-	گلدستہ حمد وسلام	6/-	بشریت انبیاء (نیا ایڈیشن)	40/-
سیرت سید احمد شہیدؒ (دو جلدیں)	200/-	کلام ثانیؒ	زیر طبع	ذکر رسولؐ 〃	55/-
تاریخ دعوت وعزیمت (پانچ جلدیں)	355/-	از: مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ		مولانا محمد علی جوہر 〃	175/-
انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر	70/-	دو مہینے امریکا میں	90/-	(مولانا عبدالماجد دریابادیؒ)	
اپنے گھر سے بیت اللہ تک	25/-	جزیرۃ العرب	70/-	کتاب النحو (حافظ عبدالرحمن امرتسریؒ)	18/-
از: محترمہ امۃ اللہ تسنیم مرحومہ		حج ومقامات حج	35/-	کتاب الصرف 〃	20/-
زاد سفر دو جلدیں (نیا ایڈیشن)	150/-	امت مسلمہ	70/-	بریلوی فتنہ کا نیا روپ (مولانا عارف سنبھلی)	40/-
باب کرم (نیا ایڈیشن)	12/-	سماج کی تعلیم وتربیت	45/-	تاریخ میلاد (حکیم الشکور)	30/-
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ اول	15/-	از: حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ		مقالات سیرت (ڈاکٹر قدوائی)	30/-
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ دوم	14/-	معارف الحدیث (مکمل آٹھ جلدیں)	870/-	سیرت صدیقؓ (حبیب الرحمن شیروانی)	25/-

مکتبہ اسلام ۱۷۲/۵۴، محمد علی لین گوئن روڈ، لکھنؤ ۱۸-
فون نمبر دفتر: 2270406
فون نمبر رہائش: 2229174

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ

رضوان

Rizwan

لکھنؤ

Rs. 15/-

LW/NP-184/2009-11 R. N. 2416/57

Monthly

Ph: 0522-2270406

RIZWAN

172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226018 Mob: 9415911511

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی مقبول و معروف کتابیں

سوانح حیات .... کاروانِ زندگی

ایک معلم، مصنف، مؤرخ، داعی اور رہنما کی سرگذشت حیات

جس میں ذاتی زندگی کے مشاہدات و تجربات، احساسات و تأثرات اور ہندوستان اور عالم اسلام کے واقعات و حوادث اور تحریکات و شخصیات کے مطالعہ کا ماحصل اس طرح گھل مل گیا ہے کہ وہ ایک دلچسپ و سبق آموز آپ بیتی اور ایک مؤرخانہ حقیقت پسند جگ بیتی بن گئی ہے اور چودھویں صدی ہجری، بیسویں صدی عیسوی کی تاریخ و سرگذشت کا ایک اہم باب محفوظ ہو گیا ہے۔

- ایک تاریخی دستاویز
- ادبی مرقع
- دعوت فکر و عمل

فوٹو آفسیٹ کی بہترین کتابت و طباعت سے آراستہ

قیمت حصہ اول	(اردو ایڈیشن)	100/-
قیمت حصہ دوم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ سوم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت حصہ چہارم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ پنجم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت حصہ ششم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ ہفتم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت مکمل سیٹ	(کاروان زندگی)	610/-

کاروان ایمان و عزیمت

قافلہ مجاہدین یعنی حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک اصلاح و جہاد سے تعلق رکھنے والے اصحاب علم و فضل و عزیمت کا تذکرہ جس سے مسلمانوں کی تاریخ دعوت و عزیمت کا ایک روشن باب سامنے نظر آتا ہے۔

خوبصورت کتابت و طباعت

قیمت 35/-

حج کے چند مشاہدات

اس کتاب میں مولاناؒ نے حج کے بارے میں جس طرح اپنے تأثرات و مشاہدات کا اظہار کیا ہے وہ اپنے انداز کا مؤثر اظہار ہے۔

قیمت 6/-

خواتین اور دین کی خدمت

خواتین کی کیا ذمہ داریاں ہیں، ان کے دینی و سماجی فرائض کیا ہیں، وہ کس طرح دین کی خدمت کر سکتی ہیں، آخر میں مولاناؒ کی والدہ ماجدہ کے وہ تربیتی خطوط ہیں جو انھوں نے مولاناؒ کے نام ان کی تعلیم کے دوران لکھے تھے۔

قیمت 25/-

ذکرِ خیر

حضرت مولاناؒ کی والدہ ماجدہؒ کے حالات زندگی، خود حضرت مولاناؒ کے قلم سے۔ قیمت 15/-

سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

عہد حاضر کی مشہور دینی شخصیت اور عارف باللہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے حالات زندگی، ان کی شخصیت، ان کی نمایاں صفات، اندازِ تربیت، توازن و جامعیت، تعلق مع اللہ، خلوص و محبت، فیض و تأثرات اور معرفت و سلوک کا ایمان افروز تذکرہ۔ قیمت مجلد 90/-

1-156

بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

جلد ۵۵	اکتوبر ۲۰۱۱ء	شمارہ ۱۰

ایڈیٹر

محمد حمزہ حسنی

معاونین

- میمونہ حسنی
- عائشہ حسنی
- جعفر مسعود حسنی
- محمود حسن حسنی

سالانہ چندہ

برائے ہندوستان : ۱۵۰/روپے

غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۳۵/امریکی ڈالر

فی شمارہ : ۱۵/روپے

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

ماہنامہ رضوان ۲/۵۴/۱۷۲، محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۱۸

Mobile : 9415911511

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کیلئے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ : ناشر کمپیوٹر لکھنؤ۔ فون : 9580695643

فہرست مضامین

- اپنی بہنوں سے .... مدیر ۳
- حدیث کی روشنی میں .... امۃ اللہ تسنیم ۴
- فضائل زکوٰۃ، قرآن وحدیث کی روشنی میں ..... ابوعفراء محمد صابر ۶
- اعتکاف: ایک عظیم عبادت .... مولانا سید احمد ومیض ندوی ۹
- حلال میں برکت .... خالدہ شوکت ۱۲
- نعت رسول مقبولؐ .... قاضی سعید فیضانی ۱۳
- نیک اولاد، خوش نصیب والدین .... ڈاکٹر سید محی الدین علوی ۱۴
- مختصر دور خلافت کے باوجود حضرت علیؓ کے...... احسان حسن ساحر ۱۶
- حسد .... ابواللیث سمرقندی ۱۸
- سائنس کی دنیا میں دعا کی اہمیت .... ادارہ ۲۲
- فتح مکہ: غلبہ اسلام کا عظیم الشان واقعہ .... ڈاکٹر سید اسلام الدین مجاہد ۲۴
- فضائل صدقات، قرآن وسنت کی روشنی میں ..... محمد صدیق احمد حسامی ۲۸
- بزم رفتہ کی - سچی کہانیاں .... محمد قمر الزماں ندوی ۳۰
- علم طب میں مسلمانوں کے کارنامے .... ادارہ ۳۲
- سوال وجواب .... مفتی راشد حسین ندوی ۳۸
- ایک معمولی بحث وتکرار نے مجھے حلقہ بگوش....... ادارہ ۳۹-۴۰

اپنی بہنوں سے

رشید احمد حسنی ندوی

اخلاق حسنہ میں حیا، عفت، نرمی، ہمدردی، ایثار، مواسات، تحمل وبردباری، عفوودرگذر، سخاوت، تواضع ایسی صفات ہیں جن سے دوسرے لوگ بھی سکون وعافیت سے رہتے ہیں اور ایک صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے ان باتوں کے علاوہ محاسبہ نفس، توبہ وانابت، حسن ظن دوسروں کے عیوب سے چشم پوشی اور ان کی طرف سے تاویل ومعذرت کو قبول کرنا، وفاداری سچائی امانت داری صبر وشکر یہ سب وہ اوصاف ومحاسن اسلام ہیں جن سے آپ اپنے رب کا بڑا تقرب حاصل کرسکتے ہیں اور صالح معاشرہ وجود میں آسکتا ہے ایک دوسرے سے محبت واخوت بھائی چارگی پیدا ہوگی ایک دوسرے کے کام آنے والے بنیں گے اخلاق حسنہ وحمیدہ کا اسلام میں بڑا درجہ ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعلیم وتلقین فرمائی ہے آپ ان اوصاف حسنہ کو اپنائیں اپنے گھر میں اپنی اولاد کو اخلاق حسنہ کا سبق پڑھائیں اس کی تعلیم دیں ہر مسلمان طے کرے کہ ہم اپنے گھر میں دینی واخلاقی کتابیں پڑھوائیں گے بے حیائی وبداخلاقی کی وبا سے اپنے گھر کو بچائیں گے گندے لٹریچر سے غلط کتابوں کو پڑھنے سے روکیں گے ان شاء اللہ۔

آپ ذرا غور کریں کس قدر فرق آگیا ہے، صرف انداز خیال بدل جانے سے تمام باتیں بدل گئیں نہ وہ رونق رہی ہے نہ وہ دولت نہ وہ برکت، نہ کسی چیز میں لذت نہ باتوں میں لطف، نہ کپڑے میں زینت، نہ بچوں میں بچپن نہ بوڑھوں میں دانائی، غرض کہ اب عالم نیا ہے اور دنیا ہی دوسری ہے۔ بجائے شرم وحیا کے اب بے حیائی ہے گھر دن میں گندے اور عریاں لٹریچر کی ریل پیل ہے جن سے بداخلاقی اور بے حیائی کی وبا پھوٹ رہی ہے اور بجائے اتباع سنت کے دنیاداری ہے بجائے اطمینان و خوشی کے فکر وپریشانی ہے آسودہ حال اور اچھے سے اچھے گھر آج اپنے کئے پر پریشان ہیں، نہ وہ دن ہیں نہ وہ راتیں، نہ وہ صورتیں ہیں نہ وہ سیرتیں، نہ وہ دل ہیں نہ وہ ہمتیں، نہ وہ دلچسپی کے سامان نہ دل لگی، اگر کبھی دیکھئے بھی تو خوب پریشان غرضیکہ ہر جگہ سے اُف اُف کی صدا آرہی ہے ہر مکان سے آہ آہ کی آواز گونج رہی ہے ہر گوشے سے اخلاق بچاؤ اخلاق بچاؤ کی صدا الگ رہی ہے۔ آہ! افسوس صد افسوس یہ سب بداخلاقی، بے حیائی یورپ کی نقالی، دین کے دشمنوں کی تہذیب کو اپنانے کی، ان طور طریق کو اپنانے، ان میں رنگ جانے کی وجہ سے اور بدخیالی کا ثمرہ ہے اور نتیجہ ہے۔ اب بھی وقت ہے آپ سنبھل جائیں کیونکہ صبح کا بھولا ہوا شام کو واپس آجائے وہ ضائع نہیں ہوتا اس تحریر کو پڑھیں بار بار پڑھیں رات میں اپنا محاسبہ کریں کم از کم پانچ منٹ غور کریں اگر آپ اللہ کے لئے غور کریں گے تو ان شاء اللہ ضرور بضرور آپ کے اندر احساس وفکر اور جذبہ پیدا ہوگا اسی وقت اپنے کو سدھارنے کا جذبہ پیدا ہوگا۔ اللہ پاک ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حدیث کی روشنی میں

علماء، بڑوں اور بزرگوں کی توقیر

امۃ اللہ تسنیم

امامت کیلئے کیا ترتیب ہے

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کی کتاب زیادہ پڑھنے والا ہو، وہ لوگوں کی امامت کرے۔ اگر قرأت میں سب برابر ہوں تو سنت کا زیادہ جاننے والا امامت کرے۔ اگر سنت میں سب برابر ہوں تو جو ہجرت میں مقدم ہو۔ اور اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو پھر جو عمر میں بڑا ہو وہ امامت کرے اور کوئی کسی امام کے اثر کی جگہ امامت نہ کرے اور اس کے گھر میں اس کی عزت کی جگہ پر نہ بیٹھے، جب تک وہ حکم نہ دے۔ (مسلم)

ایک روایت میں ہے کہ جو اسلام میں سابق ہو وہ امامت کرے۔

ایک روایت میں ہے کہ لوگوں کی امامت اس کو کرنا چاہئے جو اللہ کی کتاب سب سے زیادہ پڑھنے والا ہو، اگر قرأت میں برابر ہیں تو جو ہجرت میں مقدم ہے اس کو امامت کرنا چاہئے۔ اگر ہجرت میں برابر ہیں تو جس کی عمر بڑی ہو وہ امامت کرے۔

اہل عقل کو ترجیح

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے شانوں پر ہاتھ پھیرتے تھے اور فرماتے تھے کہ برابر رہو، آگے پیچھے رہو گے تو تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے اور جو تم میں عقل والے ہیں وہ میرے قریب رہیں۔ پھر جو اُن کے قریب ہیں، پھر جو اُن کے قریب ہیں۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تم میں عقل والے ہیں وہ میرے قریب رہیں، پھر جو اُن کے قریب ہیں، آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ تم بازاروں کے شور و شر سے بچو۔

زیادہ عمر والا مقدم

حضرت ابویحییٰ اور سہل بن ابوحثمہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن سہل اور محیصہؓ بن مسعود خیبر گئے وہاں پہنچ کر دونوں الگ الگ ہو گئے۔ جب محیصہ عبداللہ بن سہل کے پاس آئے تو ان کو خون میں لت پت قتل کیا ہوا پایا، ان کو دفن کر کے مدینہ آئے۔ عبدالرحمٰن بن سہل محیصہ اور حویصہ (یہ دونوں مسعود کے بیٹے تھے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور قتل کا مقدمہ پیش کیا۔ عبدالرحمٰن بن سہل (مقتول کے بھائی) نے گفتگو شروع کی، وہ چھوٹے تھے، آپ نے فرمایا پہلے بڑا گفتگو کرے، پہلے بڑا گفتگو کرے۔

زیادہ قرآن کا یاد رکھنے والا مقدم ہے

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُحد میں ایک قبر میں دو شہیدوں کو رکھتے تھے۔ آپ فرماتے ان میں کون قرآن زیادہ حاصل کرنے والا تھا، جب اُن میں سے ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپ لحد میں اس کو مقدم رکھتے تھے۔ (بخاری)

زیادہ عمر والا مقدم ہے

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے خواب دیکھا میں ایک مسواک کر رہا ہوں۔ میرے پاس دو آدمی آئے، ان میں سے ایک بڑا تھا۔ میں نے چھوٹے کو مسواک دی تو مجھ سے کہا گیا کہ بڑے کو مسواک دو تو میں نے بڑے کو دی۔ (مسلم)

تین شخصوں کی عزت

حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی عزت یہ بھی ہے کہ بوڑھے مسلمان اور عامل

قرآن جو اللہ کے حدوں کے اندر ہو، اور منصف بادشاہ کی عزت کی جائے۔ (ابوداؤد)

چھوٹوں پر شفقت بڑوں کی عزت

حضرت عمرو بن شعیب سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ہم سے نہیں ہے جو اپنے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور اپنے بڑوں کی عزت نہ کرے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

لوگوں سے ان کی حیثیت کے مطابق سلوک

حضرت میمونؒ ابن ابی شعیب سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس کو ایک روٹی کا ٹکڑا دیا، اور ایک آدمی پرانے کپڑے پہنے ہوئے آیا تو اس کو بٹھایا اور کھانا کھلایا۔ لوگوں نے اس کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لوگوں کو اُن کے مرتبہ کے مطابق اُتارو۔ (ابوداؤد)

حضرت عمرؓ کی مرتبہ شناسی اور بردباری

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ عُیَینہ بن حصین اپنے بھتیجے حر بن قیس کے یہاں آئے۔ حضرت حر بن قیس ان لوگوں میں سے تھے جو حضرت عمرؓ کے نزدیک رہتے تھے اور حضرت عمرؓ کے ہم نشین اور مشورہ دینے والے پڑھے لکھے لوگ ہوتے تھے۔ ادھیڑ ہوں یا جوان، عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا کہ امیر المومنین کی مجلس میں تمہاری عزت ہے تم میرے لئے اجازت طلب کرو۔ انہوں نے اجازت چاہی۔ حضرت عمرؓ نے ان کو اجازت دے دی۔ جب وہ آئے تو کہنے لگے اے ابن خطاب تم ہم کو کچھ نہیں دیتے اور ہمارے درمیان عدل نہیں کرتے ہو۔ حضرت عمرؓ کو غصہ آ گیا۔ قریب تھا کہ ہاتھ اٹھائیں۔ حُرؓ نے کہا یا امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے **خذالعفو وامر بالمعوف و اعرض عن الجاھلین**۔ اے امیر المومنین یہ جاہلوں میں ہیں۔ خدا کی قسم جب انہوں نے یہ آیت پڑھی تو حضرت عمرؓ فوراً رک گئے اور ایک تل کے برابر بھی نہیں بڑھے اور وہ کتاب اللہ کے سامنے ہمیشہ گردن جھکا دیتے تھے۔

بڑوں کا لحاظ

حضرت سمرہؓ بن جندب سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لڑکا تھا مجھے آپ کی باتیں یاد ہو جاتی تھیں مگر میں اس لئے نہیں کہنا چاہتا کہ یہاں مجھ سے بڑی عمر کے لوگ موجود ہیں۔ (بخاری۔ مسلم)

بوڑھے کی عزت کی وجہ سے بڑھاپے میں عزت

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جوان کسی بوڑھے کی عزت اس کے سن کی وجہ سے کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے بھی کسی شخص کو مقرر کرے گا جو اُس کے بڑھاپے کے وقت اس کی بھی عزت کرے۔ (ترمذی)

ام ایمن کی ملاقات کیلئے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کا جانا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ سے کہا کہ آؤ ام ایمنؓ کی ملاقات کے لئے چلیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملاقات کرنے جایا کرتے تھے، جب وہ دونوں پہنچے تو وہ رونے لگیں۔ دونوں حضرات نے کہا آپ کیوں روتی ہیں؟ کیا آپ نہیں جانتیں کہ اللہ کے پاس جو چیز ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے زیادہ بہتر ہے۔ وہ بولیں اس لئے نہیں روتی، میں یہ جانتی ہوں کہ جو اللہ کے یہاں ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بہتر ہے لیکن مجھے اس لئے رونا آتا ہے کہ وحی کا سلسلہ بند ہو گیا، اس بات کو سن کر دونوں کا بھی دل بھر آیا اور دونوں ان کے ساتھ رونے لگے۔ (مسلم)

ابوعفراء محمد صابر

فضائل زکوٰۃ

قرآن وحدیث کی روشنی میں

فرائض اسلام میں سے ایک اہم فریضہ زکوٰۃ بھی ہے۔ جو شہادتیں اور اقامت صلوٰۃ کے بعد اسلام کا سب سے اہم رکن ہے۔ جس کی بنیاد پر اس کی فرضیت اور وجوب کا انکار کرنے والا سراسر کافر اور خارج از اسلام ہے۔ منکر پر توبہ نہ کرنے کی صورت میں واجب القتل کا حکم نافذ ہوگا۔ زکوٰۃ نہ نکالنے اور اس کی ادائیگی میں بخالت کرنے والا ظالموں میں سے ہوگا۔ اور عتاب الٰہی کا سزاوار ہوگا۔ ارشاد خداوندی ہے: "ولا یحسبن الذین یبخلون بما آتاھم اللہ من فضلہ ھو خیر لھم بل ھو شر لھم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ وللہ میراث السمٰوٰت والارض واللہ بما تعلمون خبیر۔" (آل عمران: آیت-۱۸۰)

جن حضرات کو اللہ نے اپنے فضل و کرم سے نوازا ہے۔ اس میں وہ اپنی کنجوسی کو اپنے لئے بہتر تصور نہ کریں بلکہ وہ ان کے لئے نہایت بدتر ہے عنقریب قیامت کے دن ان کو ان کی بخالت کا طوق پہنایا جائے گا۔ آسمان و زمین کا میراث اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے۔ اور جو کچھ تم کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سے بخوبی واقف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدو ان لا الہ الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ و یقیموا الصلوٰۃ ویوتوا الزکوٰۃ فاذا فعلوا ذالک عصموا منی دماء ھم واموالھم الا بحق الاسلام، و حسابھم علی اللہ"۔ (صحیح بخاری و مسلم) مجھے اس بات کا حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے لڑائی کروں۔ یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ نماز قائم کریں۔ اور زکوٰۃ ادا کریں۔ جب یہ کام سرانجام دے دیں تو وہ مجھ سے اپنے خون اور اموال محفوظ کرلیں گے۔ سوائے اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ پر ہوگا۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف روانہ کیا تو یہ حکم دیا کہ وہاں جاکر ان کو بتانا کہ اللہ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں اگر وہ اس کو بھی تسلیم کرلیں تو انہیں خبر دینا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مالوں میں صدقہ فرض کیا ہے۔ جو ان کے اغنیاء سے وصول کرکے ان کے فقراء میں تقسیم کردیا جائے گا۔ اگر وہ یہ بھی تسلیم کرلیں۔ تو ان کے قیمتی اموال سے خود کو بچانا اور مظلوم کی بددعاء سے بچنا، اس لئے کہ اللہ اور اس کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔ دوسرے جگہ صحیح بخاری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من آتاہ اللہ مالا فلم یود زکاتہ مثل لہ مالہ یوم القیامۃ شعا اقرع لہ ربیبتان یطوقہ یوم القیامۃ ثم یاخذہ بلھزمتہ یقول اذا مالک انا کنزک" جن احباب کو اللہ نے مال و دولت سے نوازا۔ اور اس مال سے زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کی تو بروز قیامت اس مال کو ایک گنجا سانپ کی شکل میں بناکر اس کے گلے میں طوق بنادیا جائے گا۔ پھر اس کی پیشانیاں، پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی اور اس سے کہا جائے گا کہ یہ وہ خزانہ ہے جسے تم اپنے لئے جمع کرتے تھے۔ پس اپنے اس خزانے کا مزہ چکھو۔ صحیح مسلم

میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سونا چاندی کا مالک ہونے کے باوجود اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو بروز قیامت اس کے مال کو آگ کی تختیاں بنادیا جائے گا۔ جس سے اس کے جسمانی اعضاء (پہلو، پیشانی اور کمر) کو داغا جائے گا۔ اور یہ دن پچاس ہزار سال کا ہوگا، لوگوں کے فیصلے تک اس کے ساتھ یہی معاملہ انجام دیا جائے گا۔ اس کے بعد اسے جنت یا جہنم میں لے جایا جائے گا۔ مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ صاحب زکوٰۃ، زکوٰۃ کی عدم ادائیگی کی صورت میں بارگاہ ایزدی میں قابل سزا ہوگا اور خود اسی کے جمع شدہ مال سے اس کو عذاب الٰہی میں مبتلا کیا جائے گا۔ اگر ایک طرف زکوٰۃ کی عدم ادائیگی کی صورت میں اس کے بہت بڑے نقصانات بتلائے گئے ہیں۔ تو دوسری طرف اس کی ادائیگی پر بہت سارے دینی، اخلاقی، اجتماعی اور سماجی فوائد بھی مذکور ہیں۔ اسی زکوٰۃ کی ادائیگی سے مذہب اسلام کا ایک ایسے رکن کا قیام ہوتا ہے، جس پر ایک انسان کے دنیوی، ودینی سعادت و نیک بختی کا دارومدار ہے، ساتھ ہی اس کی ادائیگی سے رب العزت کا تقرب حاصل ہوکر ایمان کی زیادتی کا سبب بنتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من تصدق بعدل تمرۃ من کسب طیب و لایقبل اللہ الا الطیب فان اللہ یاخذھا بیمینہ ثم یربیھا الصاحبھا کما یربیٰ احمدکم فلوہ حتیٰ تکون مثل الجبل۔" (متفق علیہ)

جس نے حلال پاکیزہ مال کو ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ کیا۔ (اور اللہ تو پاکیزہ چیزوں کو قبول کرتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں لیتا ہے اور پھر اسی طرح اضافہ کرتا ہے، جس طرح تم میں کوئی اپنے بچھڑے کو پالتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک کھجور کے برابر خرچ کیا ہوا مال پہاڑ کے برابر بن جاتا ہے۔ یقیناً زکوٰۃ کی ادائیگی ہر صاحب استطاعت پر فرض ہے۔ لیکن زکوٰۃ کا لینا ہر کس و ناکس کے لئے جائز نہیں ہے۔ مال زکوٰۃ کے حقدار اور مستحقین کون کون ہیں؟ اس کی مکمل تفصیل قرآن وحدیث میں مذکور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیھا والمولفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغرمین فی سبیل و ابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم۔" (سورہ توبہ آیت نمبر ٦٠)۔

صدقات صرف فقیروں، مسکینوں ان کے وصول کرنے والوں اور ان کے لئے جن کے دل کو ڈھارس بندھانی مقصود ہو، گردن آزاد کرنے میں قرض داروں کے لئے اور اللہ کی راہ میں راہرو اور مسافروں کے لئے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ زکوٰۃ کی جامعیت کا واحد مقصد معاشرتی استحکام اور معاشرہ کو ترقی و خوشحالی سے ہمکنار کرکے امیر و غریب کی تفاوت کے خلاء کو پر کرنا ہے۔ کیونکہ اسلام میں زکوٰۃ کوئی انفرادی نہیں بلکہ ایک منظم و معین نظام ہے۔ اور صحابہ کرامؓ کے ادوار اس کے لئے واضح نمونہ ہیں۔ مذکورہ جگہ کے علاوہ مال زکوٰۃ کو کسی دوسری جگہوں میں استعمال کرنا جائز نہیں۔ مثلاً مساجد کی تعمیر، راستے کی صفائی و ستھرائی وغیرہ۔ مال زکوٰۃ میں سب سے پہلے اپنے عزیز و اقارب اور متعلقین کو شامل کرنا چاہئے۔ بشرطیکہ وہ زکوٰۃ کی مستحق ہوں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے صدقہ کرنے والوں کے لئے دوگنے ثواب کی بشارت دی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوطلحہ انصاریؓ نے جو مدینہ میں کھجور کے باغات ہونے کے باعث سب سے زیادہ غنی و مالدار تھے۔ قرآنی آیت لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون" کے نزول کے بعد خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوکر فرمایا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بیرحاء کا باغ سب سے زیادہ عزیز ہے۔ میں اسے راہ خدا میں خیرات کرتے ہوئے اس کی نیکی اور ذخیرہ آخرت ہونے کا خدا سے امیدوار ہوں۔ آپ جہاں مناسب سمجھیں اسے استعمال کریں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ تم اسے اپنے نزدیکی رشتہ داروں کو دے دو۔ چنانچہ ابوطلحہؓ نے اسے اپنے رشتہ داروں اور چچا کے لڑکوں کو دے دیا۔ لیکن یہ بات قابل ذکر ہے کہ مال زکوٰۃ رشتہ داروں میں انہیں حضرات پر خرچ کیا جائے گا۔ جن کی کفالت کی ذمہ داری خود زکوٰۃ دینے والے پر عائد نہیں ہوتی ہے۔ مثلاً والدین، اولاد اور بیوی وغیرہ کو زکوٰۃ کا مال نہیں دیا جاسکتا۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کو ان کے خصوصی شرف و مقام کی وجہ سے زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی ہے۔ اور ان سے مراد بنوہاشم، آل علی، آل جعفر، آل عقیل اور آل عباس ہیں۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صدقہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز نہیں، کیونکہ یہ لوگوں کے مالوں کا میل ہے۔ (صحیح بخاری و مسلم) اسی طرح نماز کے تارکین، احکام اسلام کا مذاق اڑانے والوں، دولت مند اور کمانے والے تندرست آدمی کو مال زکوٰۃ دینے سے احتراز کرنا چاہئے۔ کسی بھی مال میں زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے اس مال کا نصاب تک پہنچنا ضروری ہے۔ اور اگر وہ مال نصاب تک نہیں پہنچا ہے تو اس کے مال میں زکوٰۃ کا حکم نافذ نہیں ہوگا۔ مثلاً سونے میں زکوٰۃ کی ادائیگی کی شرط یہ ہے کہ کسی کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا اس سے زائد سونا ہے۔ اور سال بھی اس پر گزر چکا ہے تو اس پر ڈھائی فیصد یعنی اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کرنا ہوگا۔ اسی طرح چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ یا دو سو درہم ہے۔ اس اعتبار سے اب اگر کسی کے پاس اتنا یا اس سے زیادہ چاندی ہے۔ اور اس پر سال گزر چکا ہے تو اس پر ڈھائی فیصد زکوٰۃ ادا کرنا ہوگا۔ سونے اور چاندی کے بارے میں یہ بات قابل غور ہے کہ یہ اشیاء کسی بھی شکل میں ہوں ان پر زکوٰۃ ہے۔ اس میں وہ زیورات بھی شامل ہیں۔ جو خواتین اپنی زینت کے لئے استعمال کرتی ہیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ہاتھ میں کنگن اور کان میں بالی کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ اگر اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جاتی تو یہ بھی کنز میں شمار ہوگا۔ اور اسی کنز کے بارے میں قرآن و حدیث میں سخت وعید آئی ہے۔ چنانچہ سنن ابی داؤد میں عمرو بن شعیب عن جدہ سے روایت ہے کہ ایک عورت اپنی بچی کے ساتھ خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئی۔ بچی کے ہاتھ میں سونے کے کنگن کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو تو اس نے نہیں میں جواب دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم پسند کرتی ہو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے بدلہ تمہیں آگ کے دو کنگن پہنائے۔ یہ سن کر عورت نے اپنے دونوں کنگنوں کو نکال کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دیا۔ اسی طرح سنن ابی داؤد، دار قطنی، حاکم اور بیہقی میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میرے ہاتھوں میں چاندی کا چھلہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ یہ کیا ہے۔ جواباً عرض کرتے ہوئے حضرت عائشہؓ نے کہا کہ میں نے اس کو زینت کے طور پر پہن رکھا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ کہا نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر یہ تمہارے آگ کے لئے کافی ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ تمام قسم کے زیورات میں زکوٰۃ کا دینا ضروری ہے۔
صاحب نصاب پر جس طرح اللہ نے زکوٰۃ فرض قرار دیا ہے۔ اسی طرح تمام مسلمانوں پر صدقۂ فطر کی ادائیگی کو لازم و ضرورت قرار دیا ہے، جس کی ادائیگی کا واحد مقصد لغو ورفث باتوں کی صفائی کا ذریعہ، عید کے دن فقراء و مساکین کو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بے نیاز کرنا ہے۔ روزہ دار کو لغو ورفث سے پاک کرنے اور مساکین کی خوراک کے لئے صدقۂ فطر فرض کیا ہے۔ صدقہ فطر شوال کی پہلی تاریخ یعنی عید کی رات کی ابتداء سے واجب ہوجاتا ہے اور نماز عید کی ادائیگی سے قبل اس کا ادا کر دینا ضروری ہوتا ہے ہاں ایک دو دن پہلے بھی حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے ادا کرنے کا جواز ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں زکوٰۃ کی اہمیت کو سمجھنے اور صاحب نصاب ہونے کی صورت میں زکوٰۃ کی ادائیگی کی توفیق بخشے۔ (آمین)

مولانا سید احمد ومیض ندوی

اعتکاف: ایک عظیم عبادت

سال کے بارہ مہینوں میں رمضان نیکیوں کی فصل بہار کا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کو خاص فضیلت عطا فرمائی ہے۔ یہ خدا کی الطاف وعنایات اور انوار و برکات کے نزول کا مہینہ ہے۔ اس میں بندوں پر خدا کی خاص رحمت ہوتی ہے۔ یہ خدا کے تقرب کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے میں اپنے تقرب کے بیش بہا سامان رکھے ہیں۔ اس مہینہ کی خاص عبادت روزہ بجائے خود تقرب الٰہی کا اہم ذریعہ ہے۔ پھر تراویح کی شکل میں قیام لیل سے بھی خدا کا تقرب حاصل ہوتا ہے۔ ویسے اس مہینے کے تینوں عشرے اپنے اندر خدا کی بے پناہ رحمتوں اور برکتوں کو لئے ہوئے ہیں تاہم آخری عشرہ کو پہلے دو عشروں پر ایک گونہ خصوصیت اس لئے حاصل ہے کہ اس میں لیلۃ القدر جیسی عظیم رات کے علاوہ اعتکاف جیسی عظیم عبادت بھی ہے۔

آغاز رمضان ہی سے بندہ روزوں، نفل نمازوں نیز ذکر و تلاوت کے ذریعے خدا کا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے لیکن آخری عشرہ میں جب اعتکاف میں بیٹھ جاتا ہے تو گویا وہ تقرب کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہوجاتا ہے۔ اس طرح اعتکاف خدا کے ساتھ بندوں کے تعلق کی معراج ہے۔ اعتکاف کے لفظی معنیٰ ٹھہرنے اور رکنے کے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں رمضان کے آخری دس دنوں میں یا دوسرے دنوں میں دنیوی کاروبار اور بیوی بچوں سے الگ ہوکر مسجد یا گھر میں نماز کی جگہ ٹھہرنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔ (درمختار ۲/۱۷۹) قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اعتکاف کا ذکر آیا ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

ترجمہ: جس وقت ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کا معبد اور جائے امن مقرر کر رکھا (اور ہم نے کہا) تھا مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیا کرو اور ہم نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی طرف حکم بھیجا کہ ہمارے اس گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں، رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے خوب پاک کرو۔ (البقرۃ:۱۲۵)

اس آیت میں بیت اللہ کی تعمیر کا مقصد جہاں طواف اور نماز کو قرار دیا جارہا ہے وہیں اعتکاف بھی قرار دیا جارہا ہے۔ اسی طرح ارشاد خداوندی ہے:

ترجمہ: اور تم عورتوں سے مباشرت نہ کرو دراں حالیکہ تم مسجد میں معتکف ہو۔ (البقرۃ:۱۸۷)

اعتکاف اس معنیٰ میں ایک عظیم عبادت ہے کہ اس میں ایک بندہ دنیا کی تمام آلائشوں سے الگ ہوکر خدا کے دربار میں پڑا رہتا ہے۔ اس کو خدا کے علاوہ دنیا کی کسی چیز سے سروکار نہیں ہوتا، وہ اللہ کی ذات کو اپنی تمام آرزوؤں کا محور بنالیتا ہے۔ حضرت عطا تابعیؒ کہتے ہیں کہ معتکف کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کو کسی بڑے شخص سے کام ہو اور وہ اس کے دروازے پر پڑجائے اور کہنے لگے کہ اب تو تمہارے در پہ آپڑا ہوں بغیر لئے نہ لوٹوں گا۔"

یہی حال معتکف کا ہے کہ وہ خدا کے در پہ آپڑتا ہے اور کہتا ہے "اے خدا! اب تو جب تک تو نہ بخشے گا تیرے در سے نہ لوٹوں گا، پس میرے گناہ بخش دے۔" (روح البیان) علامہ ابن قیمؒ کہتے ہیں:

اعتکاف کی روح اور اس سے مقصود یہ ہے کہ قلب اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہوجائے۔ اس کے ساتھ جمعیت باطنی حاصل ہوجائے۔ اشتغال بالخلق سے رہائی

نصیب ہو اور اشتغال بالحق کی نعمت میسر آئے اور یہ حال ہوجائے کہ تمام افکار و ترددات اور ہموم ووساوس کی جگہ اللہ کا ذکر اور اس کی محبت لے لے۔ ہر فکر اس کی فکر میں ڈھل جائے اور ہر احساس وخیال اس کے ذکر وفکر اس کی رضا وقرب کے حصول کی کوشش کے ساتھ ہم آہنگ ہوجائے۔ مخلوق سے انس کے بجائے اللہ سے انس پیدا ہو اور قبر کی وحشت میں جب کوئی اس کا غم خوار نہ ہوگا یہ انس اس کا زاد سفر بنے۔ یہ ہے اعتکاف کا مقصد جو رمضان کے افضل ترین دنوں یعنی اخیر عشرہ کے ساتھ مخصوص ہے۔(زادالمعاد:۱۷۸)

حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اعتکاف کے فوائد وبرکات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

چونکہ مسجد میں اعتکاف جمعیت خاطر، صفائی قلب، ملائکہ سے تشبہ اور شب قدر کے حصول کا ذریعہ نیز طاعت وعبادت کا بہتری و پرسکون موقع ہے اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عشرہ اخیرہ میں رکھا ہے اور اپنی امت کے محسنین و صالحین کے لئے سنت قرار دیا۔

(حجۃ اللہ البالغۃ:۲/۴۲)

صاحب مراقی الفلاح لکھتے ہیں

''اعتکاف اگر اخلاص کے ساتھ ہو تو افضل ترین اعمال میں سے ہے۔ اس کی خصوصیتیں شمار سے باہر ہیں اس میں قلب کو دنیا ومافیہا سے یکسو کرلیتا ہے۔ نفس کو مولیٰ کے سپرد کردینا ہے اور آقا کی چوکھٹ پر پڑجانا ہے۔''

مشروعیت اعتکاف کی حکمتوں پر روشنی ڈالتے ہوئے مفسر قرآن ابوالناصر ذاکر حسن عبیدی صاحب ''خطبات موعظت'' میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

اعتکاف مشروع ہونے کی حکمت یہ ہے کہ نفسانی قوتوں کو مغلوب کرنے اور روح کو ترقی وتربیت دینے کے مجاہدہ کا ایک عام نصاب مقرر کیا گیا ہے یعنی ایک ماہ کے روزے جن کو پورا کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے لیکن اس سے آگے روحانی ترقی کرنے، اللہ کے ساتھ تعلق کو مضبوط بنانے اور ملاء اعلیٰ اور حظیرۃ القدس سے خصوصی مناسبت پیدا کرنے کے لئے ایک اور خاص نصاب شریعت نے تجویز کیا ہے اور یہ نصاب اعتکاف ہے جس میں روزے کی عام پابندیوں کے علاوہ آدمی سب کی طرف سے کٹ کر اور سب سے ہٹ کر اللہ ہی کے آستانے اور گویا اس کے قدموں پر جا پڑتا ہے۔ دن رات اس کے در پر پڑا رہتا ہے، اس کو یاد کرتا ہے، اس کا دھیان رکھتا ہے، اس کی تسبیح وتقدیس کرتا ہے اور اس کے قہر و جلال سے ڈرتا ہے۔ اپنی خطاؤں کی معافی چاہتا ہے اور اس سے رحمت ومغفرت مانگتا ہے۔ یہ ایک عجیب سماں ہوتا ہے۔ ادھر بندہ سربہ سجود ہوتا ہے اور ادھر رب کریم آمادہ عطا وجود ہوتا ہے۔ پھر بخشش وعطا کی اس بارش کا جو اس خاص حالت میں بندہ پر ہوتی ہے کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

اعتکاف تین قسم کا ہوتا ہے واجب، مستحب، سنت موکدہ۔ واجب اس اعتکاف کو کہتے ہیں جو منت اور نذر کی وجہ سے بندہ پر لازم ہوجاتا ہے۔ رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں اعتکاف سنت موکدہ علی الکفایہ ہے اور یہ اعتکاف ۲۰ رمضان المبارک کی شام یعنی غروب آفتاب سے عید کا چاند دیکھنے تک ہے۔ واجب اور سنت موکدہ کے علاوہ جو اعتکاف ہو وہ مستحب ہے اور سال کے تمام اوقات میں درست ہے اور وہ کم سے کم وقت میں بھی ہوسکتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف کا خاص اہتمام فرماتے تھے اور وصال تک آپ کا یہ معمول رہا۔ آپ صلی الہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی ازواج مطہرات اہتمام سے اعتکاف کرتی رہیں۔ (بخاری۔ مسلم) امام زہریؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے کام کبھی کرتے اور کبھی چھوڑ دیتے تھے لیکن جب سے مدینہ منورہ تشریف لائے اخیر زندگی تک کبھی بھی رمضان کے آخری دس دنوں کا اعتکاف نہیں چھوڑا لیکن حیرت ہے کہ لوگ اس کی پوری طرح پابندی نہیں کرتے۔ (عینی شرح بخاری ۵/۳۲۱)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کے بڑے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ''مسجد کے کچھ کھونٹے ہیں (ایسے لوگ جو مسجد میں مستقل بیٹھے رہتے ہیں) ایسے لوگوں کے ساتھی فرشتے ہوتے ہیں، اگر وہ مسجد میں موجود نہ ہوں تو فرشتے انہیں تلاش کرتے ہیں اور اگر انہیں کوئی حاجت درپیش ہو تو اس کو پورا کرنے میں ان کی مدد کرتے ہیں۔'' (مسند احمد)

اس حدیث میں معتکف اور مسجد میں چمٹے رہنے والوں کو فرشتوں کا ہم نشین قرار دیا جارہا ہے اور یہ اعزاز عطا کیا جارہا ہے کہ بیمار ہوں تو فرشتے ان کی عیادت کرتے ہیں، نیز ارشاد نبویؐ ہے: اعتکاف کرنے والا گناہوں سے بچا رہتا ہے اور اس کو سب نیکیاں اسی طرح دی جاتی رہتی ہیں جس طرح نیکیاں کرنے والوں کو دی جاتی ہیں)۔ (ابن ماجدہ) اس حدیث میں اعتکاف کے دو مخصوص فائدے ارشاد فرمائے گئے ہیں، ایک یہ کہ اعتکاف کی وجہ سے گناہوں سے حفاظت ہوتی ہے، ورنہ بسا اوقات کوتاہی اور لغزش سے کچھ اسباب ایسے پیدا ہوجاتے ہیں کہ آدمی گناہ میں مبتلا ہو ہی جاتا ہے اور ایسے متبرک مہینے میں معصیت کا ہوجانا کس قدر ظلم ہے۔ یہ ہر شخص جانتا ہے، اعتکاف کی وجہ سے گناہوں سے حفاظت ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ بہت سے نیک اعمال جیسے جنازہ کی شرکت اور مریض کی عیادت جن سے معتکف محروم رہتا ہے ان کا اجر بغیر کئے کے ملتا رہے گا۔ عشرہ اخیرہ کے اعتکاف کا ثواب دو حج اور دو عمروں کے برابر ہے۔ (بیہقی طبرانی)

احادیث میں اعتکاف کے بہت سے دینی ودنیوی فوائد وارد ہوئے ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں۔

۱-اعتکاف کرنے والا گویا اپنے تمام بدن اور تمام وقت کو خدائے تعالیٰ کے لئے وقف کردیتا ہے۔ ۲-معتکف دنیوی جھگڑوں اور بہت سے گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔ ۳-اعتکاف کی حالت میں ہر وقت نماز کا ثواب ملتا ہے۔ ۴-اعتکاف کرنے والا فرشتوں سے مشابہت اختیار کرلیتا ہے۔ ۵-مسجد چونکہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اس لئے اعتکاف کرنے والا اللہ کا پڑوسی بلکہ اس کے گھر کا مہمان ہوتا ہے اور کریم میزبان ہمیشہ گھر آنے والے کا اکرام کرتا ہے۔ نیز معتکف اللہ کے قلعہ میں محفوظ رہتا ہے۔ ۶-اعتکاف کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اسے شب قدر کی نعمت حاصل ہوتی ہے، اس لئے کہ اعتکاف کرنے والے کا ہر منٹ عبادت ہے۔ شب قدر کی جو بھی ساعت ہوگی وہ حالت عبادت میں ہوگی۔ مختصر یہ کہ اعتکاف ایک عظیم عبادت ہے، اس کو بڑے اہتمام اور آداب وشرائط کی رعایت کے ساتھ ادا کرنا چاہئے۔

وضو میں پیروں کو دھونا اور ''جدید تحقیق''

پاؤں دھونے سے پاؤں کی صفائی ہوتی ہے اور اس سے انسان پاک وصاف ہوجاتا ہے۔ اس سارے عمل کے دوران انسان کی آدھے سے زیادہ جسم کی صفائی ہوجاتی ہے اور تمام صلاحیتیں تیز ہوجاتی ہیں م دنیا کے تمام سائنسدانوں نے اس بات پر تحقیق کی ہے کہ کون سے مذہب کے لوگ زیادہ طاقتور، صحت اور جسمانی لحاظ سے زیادہ طاقتور ہیں تو انہوں نے آخر میں یہ تجزیہ کیا کہ مسلمان قوم جو کہ صحیح معنوں میں مسلمان ہیں وہ زیادہ طاقتور ہیں اور اس کی سب سے بڑی وجہ وضو کے فوائد ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک مسلمان جب صبح فجر یا تہجد کی نماز کے لئے بیدار ہوتا ہے تو اس کی حالت خوشگوار رہتی ہے اور سستی اور کاہلی اس کے قریب نہیں پھٹکتی اور وہ سارا دن خوش وخرم رہتا ہے اگر آج مسلمان اسلام کو صحیح معنوں میں سمجھیں اور اس کی تعلیمات پر عمل کریں تو وہ سب پر حاوی ہوجائیں گے اور پوری دنیا میں ان کا بول بالا ہوجائے گا۔

خالدہ شوکت

حلال میں برکت

رمضان کی مہینہ قریب آتا جا رہا تھا اور اسے فکر ہو رہی تھی کہ اس نے گھر خریدنے کے لئے جو رقم بینک میں رکھی ہوئی ہے اس میں ڈھائی فیصد کے حساب سے کئی لاکھ روپے زکوۃ کے نکل جائیں گے۔ وہ پانچ سو گز زمین پر ایسا ڈبل اسٹوری گھر لینا چاہ رہی تھی جس کا ایک پورشن کرائے پر دے دے اور دوسرے پورشن میں خود رہائش پذیر ہو جائے۔ لیکن اسے ایسا گھر نہ مل سکا۔

سال ہونے کو آیا تھا، اس نے کتنے ہی گھر دیکھ ڈالے مگر اس کے پاس جو رقم تھی اس میں ابھی تک ایسا کوئی گھر اسے نہ مل سکا تھا۔ اس کے سب بھائی بہن بڑے بڑے عالیشان بنگلوں کے مالک تھے۔ اس کا بھی دل چاہتا تھا کہ وہ بھی اپنے بچوں کے ساتھ بنگلے میں رہے۔

اس کا ایک چھوٹا سا بنگلہ تھا، تقریباً 200 گز کا، وہ اس نے کرائے پر دیا ہوا تھا، اس کے کرائے سے اس کے گھر کا خرچ چلتا تھا۔ اس کے شوہر کا کاروبار میں دیوالیہ ہونے کے سبب نروس بریک ڈاؤن ہو گیا تھا۔ کئی سال بعد بھی وہ گھر کی معاشی ذمہ داریاں پوری نہیں کر پا رہا ہے، وہ شدید ڈپریشن کے مریض بن چکے تھے، ان کے موجود ہونے ہی کو وہ بچوں کے لئے بڑی نعمت سمجھتی تھی۔

حالات ذرا سنبھلے تو اس نے سوچا یہ گھر بیچ کر میں ڈبل اسٹوری لے لوں جس کا ایک حصہ کرائے پر دے دوں اور دوسرے میں بچوں کے ساتھ خود رہوں۔ ابھی وہ ایک فلیٹ میں رہ رہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ انڈیپنڈنٹ بنگلے میں رہنے سے بچوں کی شخصیت پر اثر پڑتا ہے۔

اس نے گھر بیچنے کا سوچا اور کوشش شروع کر دی۔ تھوڑی ہی عرصے میں اس کا بنگلہ بک گیا۔ اس سے جو رقم ملی وہ ناکافی تھی جب کہ وہ پانچ سو گز کا بنگلہ لینا چاہتی تھی جس کے ایک اپورشن میں آرام سے رہ سکے اور کرایہ بھی اچھا ملے۔ اس نے اپنے والد کے سامنے اپنی خواہش ظاہر کی اور اللہ سے مدد مانگی۔ چند ماہ گزرے تھے کہ اس کے والد نے بتایا کہ انہوں نے اس کے اکاؤنٹ میں حسب ضرورت رقم ڈال دی ہے، کچھ وہ پہلے بھی دے چکے تھے۔ اس طرح اس کی رقم دگنی ہو گئی تھی۔

اس نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا اور تندہی سے پانچ سو گز کے ڈبل اسٹوری گھر کی تلاش شروع کر دی۔ صبح، دوپہر، شام دن میں کئی کئی گھر دیکھے، لیکن اب اس کی سمجھ میں آ گیا کہ صرف پیسہ ہونا کافی نہیں، جب تک اللہ کا حکم نہ ہو کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

سال ہونے کو آیا مگر اب تک کسی گھر کی بات نہ بن سکی۔ کچھ پسند کے مطابق نہ ہوتے تو کسی کی قیمت بجٹ میں نہ آتی۔ بہر حال اس طرح ٹائم گزر گیا۔ اس نے راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعائیں مانگیں، وظیفے پڑھے۔ ان کاموں میں مصروف ہونے کی وجہ سے بچے بھی پریشان ہونے لگے مگر گھر نہ مل سکا۔

اب وہ تھک چکی تھی۔ محنت، کوشش اور دعاؤں کی کثرت کے باعث تھک ہار کر ہمت جواب دے گئی اور اس کی تلاش بہت ماند پڑ گئی۔ اس کی کوششوں میں والد کا بھی تعاون تھا۔ والد کے مشورے پر اس نے پیسے اسلامک بینک میں رکھ دیے۔ اب اسے یہ فکر لاحق تھی کہ سال کی مدت پوری ہونے پر لاکھوں روپے زکوۃ دینی پڑے گی، پھر میری مرضی اور منشاء کے مطابق گھر نہ مل سکے گا۔

گھر کی تلاش میں کئی مہینے کی محنت اور بھاگ دوڑ سے اس کی طبیعت بھی خراب رہنے لگی تھی، بلڈ پریشر اور شوگر سے بہت سی تکلیفیں بڑھ گئی تھیں۔ وہ اکیلی ہی لگی رہتی تھی۔ بیٹا ابھی اس قابل نہ تھا اور شوہر کا تعاون بھی حاصل نہ تھا۔

اللہ نے اس کی فطرت میں دین سے دلچسپی عطا کی تھی۔

اس کے عزیز اور پڑوسی اس سے واقف تھے۔ ایک دن کسی پڑوسی خاتون نے جنہیں وہ جانتی تھی، اس کے پاس دو خواتین کو بھیجا جو اسلام کی تبلیغی مہم سے تعلق رکھتی تھیں۔ انہوں نے اس کو قرآن کی کلاس کی دعوت دی۔ دلچسپی تو اس کو تھی ہی، لہٰذا اس نے اس نادر موقع کو کسی طرح بھی گنوانا نہ چاہا اور اس سے فیضیاب ہونے کا پکا ارادہ کر لیا۔ ہفتے میں ۳ دن چار گھنٹے کی کلاس نے اس کی بیماری اور ٹینشن کو کسی حد تک کم کر دیا۔ ایک دن زکوۃ کا موضوع شروع ہوا تو کچھ حدیثیں پڑھ کر اس کی دنیا ہی بدل گئی۔

حضورؐ نے فرمایا کہ زکوۃ دینے سے مال میں کمی نہیں ہوتی بلکہ اللہ اسے بڑھا دیتا ہے۔ قرآن میں خود اللہ تعالیٰ نے بخل کے خلاف احکامات بیان کئے ہیں۔ یہ حدیثیں پڑھ کر اس کے دل سے بخل کی کیفیت ختم ہو گئی اور پیسے کی کمی کا خوف نہ رہا بلکہ دنیا میں برکت اور حفاظت اور آخرت میں اس کے انعام کا یقین ہو گیا۔

یہ اسلام کا معاشی نظام ہے کہ معاشرے میں کسی کو فقیر یا محتاج نہیں رہنے دیتا۔ اسی لئے ہر صاحب نصاب مسلمان پر زکوۃ فرض کی گئی ہے تاکہ معاشرے میں معاشی، معاشرتی اور اخلاقی توازن قائم ہو۔ زکوۃ دینے والوں سے اللہ کا وعدہ ہے:

”زکوۃ مال کو پاک کرتی ہے، زکوۃ دینے سے مال میں کمی نہیں آتی بلکہ اس میں اضافہ ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت ہوتی ہے، خطرات سے بچ جاتا ہے اور جنت کا انعام برحق ہو جاتا ہے۔“

اب جیسے اس کے اندر کی کیفیت ہی بدل گئی۔ پیسے میں کمی کی فکر بھی باقی نہ رہی بلکہ اطمینان قلب بھی حاصل ہوا اور ہر خطرے سے بھی اللہ کی امان اور تحفظ کا یقین ہو گیا۔ مال کی پاکیزگی اور اضافے کا بھی امید افزا یقین حاصل ہوا اور آخرت کے بھی انعام کا یقین ہو گیا۔ نقصان اور زیاں کا ہر احساس جاتا رہا۔

اب اللہ کی حکمت اس کی سمجھ میں آ گئی کہ دعاؤں اور کوششوں کے باوجود گھر کے ملنے میں اس لئے تاخیر ہو رہی ہے کہ اللہ اس کے مال کو پاک کر کے اس کے اور بچوں کے لئے بابرکت بنانا چاہتا ہے۔ اس میں کتنے فائدے پوشیدہ ہیں، دنیا اور آخرت کی بھلائی، ضرورت مندوں کی بھلائی اور معاشرے کی بھلائی اور بچوں کو ملنے والے ورثے کی پاکیزگی، برکت اور حفاظت۔

نعت رسولِ مقبولؐ

نظر آ گیا ہے دیارِ مدینہ
نظر صاف آیا حصارِ مدینہ
فضاء میں ہے پُر کیف مستی کا منظر
عجب دلربا ہے بہارِ مدینہ
یہ سرشاری کیسی نظر آ رہی ہے
ہر اک ہو گیا جاں نثارِ مدینہ
مبارک سفر جب ہے طیبہ کا یارو
نہ پلٹا کبھی شہسوارِ مدینہ
سعیدؔ ہے مدینہ کی چاہت جو دل میں
ہے دلکش بڑی رہگذارِ مدینہ

قاضی سعید فیضانی

ڈاکٹر سید محی الدین علوی

نیک اولاد، خوش نصیب والدین

وہ والدین خوش نصیب ہیں جن کی اولاد نیک ہے۔ لیکن یہ خوش نصیبی کچھ یوں ہی حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے والدین کو جستجو اور کوشش کرنی ہوتی ہے۔ آج کے بگڑے ہوئے معاشرہ میں ویسے تو کئی مسائل ہیں لیکن سب میں بڑا مسئلہ اولاد کی تربیت ہے۔ اولاد کی تربیت میں غفلت کے نتیجہ میں ناخلف اولاد پیدا ہوتی ہے جو والدین کے لئے بھی سوہانِ روح ہوتی ہے۔ اور معاشرہ میں بھی بگاڑ کا سبب قرار پاتی ہے۔ آج خوشحال گھرانے اولاد کی نافرمانی اور بدچلنی کی وجہ سے ماتم کدہ بنے ہوئے ہیں۔ بینک بیلنس ہے، قیمتی کاریں ہیں، رہنے کو شاندار بنگلہ ہے، نوکر چاکر ہیں۔ سب کچھ ہے لیکن اولاد کے لچھن ٹھیک نہیں ہیں۔ لڑکا ہے تو وہ اپنی گرل فرینڈ پر فریفتہ ہے اور باپ کی کمائی دولت اس کے ناز نخروں پر نچھاور کررہا ہے۔ لڑکی ہے تو وہ کالج کی لڑکیوں کے ساتھ اور بدنصیب والدین کو بھی یہ دن بھی دیکھنا پڑرہا ہے کہ وہ ڈھیٹ ہوکر اپنے عاشق کو اپنے گھر لارہی ہے اور کہہ رہی ہیں کہ اگر مجھے شادی کرنی ہے تو اسی کے ساتھ کروں گی۔ کبھی ایسا بھی ہورہا ہے کہ وہ لڑکا اس کے کالج کا دوست نہیں بلکہ کوئی سڑک چھاپ فرہاد واقع ہوتا ہے جس نے کئی جگہ سے دھوکہ سے شادی رچا کر دولت بٹوری ہے، وہ ناسمجھ لڑکی اس کے جال میں گرتی ہے تو وہ اسے بلیک میل بھی کرنے لگتا ہے۔ خیر ہم مذہب ہو تو شاید اس کی ماں یا اس کا باپ اسے گوارا کرلیں اور اس کے مطالبات پورے کردیں۔ لیکن بعض وقت وہ غیر مذہب کا کوئی مہتر بھی ہوتا ہے۔

اولاد کے بدچلن اور ناخلف نکلنے میں باپ سے زیادہ ماں قصوروار ہوتی ہے، کیونکہ بسا اوقات بیجا لاڈ پیار اولاد کو سرکش بنادیتا ہے اور ایسی اولاد ماں کی حقوق ناشناس ہوتی ہے۔ اور جب بیٹا ہی حق تلفی کرتا ہے تو پھر بہو کیا خدمت کرے گی۔ لیکن یہ کلیہ نہیں ہے۔ بعض نیک بخت بہوئیں جن کے دل میں خوف خدا ہوتا ہے اور اللہ کے حضور جوابدہی کی فکر ہوتی ہے وہ ساس کی اتنی خدمت کرتی ہیں کہ بیٹی بھی کیا کرے گی۔ اس کے بعد اولاد کے بگڑنے میں باپ کا درجہ ہوتا ہے۔ باپ ایک انگریزی میڈیم کے اسکول میں اپنی اولاد کو داخلہ دلاکر یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہوگیا۔ اسے یہ بھی فکر نہیں ہوتی ہے کہ جس اسکول میں اس نے اپنے لڑکے یا لڑکی کو شریک کرایا ہے وہ ایک مشنری اسکول ہے۔ جہاں اسلامک اسٹڈیز تو دور کی بات ہے۔ اردو بھی نہیں پڑھائی جاتی ہے اور اردو کے بجائے ایک مضمون ہندی کا ہوتا ہے۔ اب اردو ہی نہیں آتی تو لڑکا کیا اسلامیات پڑھے گا جب کہ اسلامی لٹریچر کا بیشتر ذخیرہ اردو میں ہے۔ اللہ ہمارے لائق دوست کو اپنے بہترین اجر سے سرفراز فرمائے جنہوں نے ابھی روزنامہ منصف کی حالیہ اشاعت میں ایک مسلم نوجوان کے مرتد ہونے اور مسلم لڑکی کے شب معراج کے واقعہ سے نابلد ہونے کا اظہار بڑے درد انگیز انداز میں کیا۔ یہ واقعہ بڑا ہی حیرت ناک ہے لیکن اسے تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں ہے کیونکہ اس میں حقیقت کی عکاسی کی گئی ہے۔ باپ لڑکے کے شاندار مستقبل کی فکر میں وافر رقم خرچ کرکے ایک مشنری اسکول میں شریک کراتا ہے جہاں کی تعلیم معیاری ہے۔ لڑکا ذہین ہے اور اسے ڈاکٹری کے کورس میں داخلہ ملتا ہے۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے وہ سات سمندر پار لندن جاتا ہے، تعلیم سے فراغت کے بعد اسے ممبئی کے کسی بڑی اسپتال میں چیف میڈیکل آفیسر کا عہدہ ملتا ہے۔ اس کا باپ

اپنے گمشدہ بیٹے کی فوٹو لے کر ممبئی کے اس مشہور اسپتال پہنچتا ہے۔ انکوائری میں اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں اسی فوٹو کے ڈاکٹر صاحب تو موجود ہیں لیکن وہ کوئی مسلم ڈاکٹر نہیں ہیں بلکہ ڈاکٹر ڈیوڈ ہیں۔ ڈاکٹر ڈیوڈ کے نام کے ڈاکٹر صاحب ہیں اور وہ اپنے باپ کو پہچاننے سے انکار کرکے فوراً وہاں سے چلے جانے کو کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وقت برباد نہ کریں ورنہ سکیورٹی والوں کے ذریعے دھکے دے کر انہیں نکالا جائے گا۔ ایک لڑکی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ہمارے فاضل دوست بتاتے ہیں کہ سیول سروس کے امتحان میں ایک لڑکی بھی کامیاب ہوئی جس کا نام معراج سلطانہ تھا۔ اس نام کی مناسبت سے انٹرویو لینے والے مسلم عہدیدار ایک آسان سوال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ آپ کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی اور جنت دوزخ بھی بتلائی گئی۔ اس اہم واقعہ کو کیا کہتے ہیں تو اس لڑکی نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ انٹرویو لینے والا عہدیدار نے خیال کیا تھا کہ اس لڑکے کے نام کی مناسبت سے یقیناً اسے معراج کا واقعہ معلوم ہوگا۔ ان دلخراش واقعات میں ماں باپ کی لاپرواہی اور غفلت کا بڑا حصہ ہے۔ ماں باپ کو چاہئے تھا کہ اپنی اولاد کو صحیح تعلیم و تربیت کرتے تاکہ ان کا دین وایمان محفوظ رہے۔ لیکن وائے افسوس کہ آج کے دور میں جوکہ مادیت پسندی کا غلبہ ہے۔ دینی واخلاقی اقدار کی طرف سے بے توجہی ایک عام بات ہوگئی ہے۔

ماں باپ جہاں اولاد کی پرورش میں اپنی ساری محنت وتوانائی صرف کرتے ہیں۔ بچپن سے انہیں روز نہلانا ناشتہ کرانا صاف ستھرے یونیفارم میں اسکول بس یا اپنی کار کے ذریعہ اسکول چھوڑنا اور پھر لے آنا۔ یہ سب کچھ وہ کرتے ہیں لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ وہ اسکول میں کیا پڑھ کر آئے ہیں۔ پھر جب ان کی نیک نام اولاد جب کالج میں آجاتی ہے تو یہ نہیں دیکھتے کہ وہ کالج برابر جارہے ہیں یا نہیں یا کالج کے نام سے وہ کہیں سیر سپاٹے تو نہیں کررہے ہیں۔ پھر موبائل فون بھی انہیں ہاتھ میں دے دیا گیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں لڑکی اپنے بوائے فرینڈ سے اور لڑکا اپنی گرل فرینڈ سے وقت طے کرکے کبھی گنڈی پیٹ میں ملتے ہیں تو کبھی نکلس روڈ پر۔ اور وہاں پر ایسے نظارے دیکھنے میں آتے ہیں جو کوئی حیادار آدمی اگر نہ دیکھے تو بہتر۔ یہ سب واقعات باپ اور قریبی سرپرست کی عدم توجہی، لاپرواہی اور کوتاہ بینی کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ ماں کی غفلت اور بھولے پن کا کیا کہنا۔ لڑکا راتوں میں انٹرنیٹ میں فواحش کی دنیا میں چلا جاتا ہے اور بیچاری ماں سمجھتی ہے کہ لڑکا رات رات بھر خوب دل لگا کر اسٹیڈی کررہا ہے۔ اور نتیجہ جب سامنے آتا ہے تو ماں کی آنکھیں کھلتی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ ان کا لڑکا ہیرو سے زیرو بن گیا ہے۔ جہاں نیک صحبت سے لڑکے کے بداخلاق ہی نہیں بلکہ سماج کے لئے ناسور ہوتے ہیں۔

آج کی فلمیں، اخلاق سے گرے ہوئے سیریل اور انٹرنیٹ ہمارے بچوں کو کہیں کا بھی رکھے ہیں۔ چوری، ڈکیتی، قتل وخون کا ماحول پیدا ہورہا ہے اور چرس، گٹکھا اور منشیات آج ہمارے کالجوں کا کلچر بن چکے ہیں۔

اب مضمون کو مختصر کرتے ہوئے معلم انسانیت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد گوش گزار کیا جاتا ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کسی باپ کا اپنی اولاد کیلئے بہترین عطیہ اس کی اچھی تعلیم و تربیت ہے۔'' اسی ضمن میں ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے جس میں ہمارے لئے بہترین سبق ہے۔

حضرت ربیعہ ایک مشہور تابعی گزرے ہیں، ان کے والد فرخ خراسان کی جنگ میں حصہ لینے کے لئے ایک سپاہی کی حیثیت سے گئے۔ اتفاق سے مسلسل ۲۷ سال تک وہ میدان جنگ میں ایک سپاہی کی حیثیت سے حصہ لیتے رہے۔ اتنے طویل عرصہ کے بعد جب وہ مدینہ واپس آئے تو وہاں کافی تبدیلی ہوچکی تھی۔ جیسے تیسے وہ اپنے گھر پہنچے تو ایک نوجوان نے انہیں روک دیا۔ فرخ کو بڑا غصہ آرہا تھا کہ یہ کون نوجوان ہے جو مجھے میرے گھر میں داخل ہونے نہیں دے رہا ہے۔ اور ربیعہ کو غصہ آرہا تھا کہ ایک اجنبی بغیر اجازت ان کے گھر میں داخل ہورہا ہے۔

(بقیہ......صفحہ......۴۰......پر)

احسان حسن ساحر

مختصر دور خلافت کے باوجود حضرت علیؓ کے عظیم کارنامے

حضرت علیؓ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی بھی تھے اور آپؐ کے داماد بھی۔ آپؓ کو وہ سعادت ملی کہ آپؓ نے رسول پاک کی آغوش میں پرورش پائی اور اسی فیض عظیم کی بدولت قصر انسانیت اور ایوان آدمیت کے در و بام روشن وتاباں کر دیے۔ آپ کی ہمہ جہت اور جملہ صفات شخصیت میدان شجاعت میں کھنکتی تلواروں کی جھنکار میں اللہ کا شیر اور محراب ومنبر کے درمیان مشغول عبادت تصویر مصطفیؐ کا بھرپور عکس دکھائی دیتی تھی۔

حضرت علیؓ نے بچپن میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ جب حضورؐ نے اپنے قرابت داروں کو دعوت پیش کی تو حضرت علیؓ نے سب سے پہلے اسے قبول کیا۔ گویا اسلامی تحریک کو کامیاب بنانے کی خاطر بچپن سے ہی وہ حضورؐ کے مددگار بن کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

سیدنا علیؓ وہ عظیم الصفات شخصیت ہیں جنہیں مواخات مدینہ میں نبی اکرمؐ نے اپنا بھائی قرار دیا تھا۔ نبی مکرم کا ارشاد گرامی ہے "میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ۔"

دینی مسائل و معاملات میں شیر خدا، حضرت علیؓ کے مخالفین بھی ان پر مکمل اعتماد کرتے تھے۔ تینوں خلفاء نے اپنے اپنے ادوار میں تمام اہم ملکی امور اور دیگر معاملات میں ہمیشہ آپؓ سے مشاورت کی۔ اس کی اہم اور نمایاں وجہ یہ تھی کہ آپ مشکل مسائل اور پیچیدہ معاملات کا بہت جلد اور جامع حل نکال لیا کرتے تھے۔ تاریخی حوالہ جات اس امر کی توثیق وتصدیق کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں سیاسی اور ملکی حالات کی اصلاح میں حضرت علیؓ کا نمایاں حصہ ہے۔ آپ خلیفۃ المسلمین کی مجلس شوریٰ کے ایک نمایاں اور اہم رکن تھے۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ کا دور خلافت شروع ہوا تو بھی آپؓ کو یہ عزت اور احترام واکرام حاصل رہا۔

معلم انسانیت کی شب وروز قربت و نسبت کی وجہ سے آپؓ ایک ایسا عظیم الشان شاہکار بن گئے تھے جس نے اپنے علم وفضل اور حکمت وصداقت کے چراغ روشن کر کے ہر طرف علم وعرفان کا اجالا بکھیر دیا تھا۔ تحفظ دین، ناموس رسالت، احیائے دین اور فروغ اسلام کی خاطر آپؓ نے جو گراں قدر خدمات انجام دیں، تاریخ اسلام کا قیمتی اثاثہ اور ایک یادگار کارنامہ ہے۔

حضرت علیؓ کی ایک اور خصوصیت بھی قابل توجہ ہے۔ ہر نازک ترین مرحلے پر جب بھی مخالف سمتوں کی ہواؤں نے کاشانہ رسالت کا رخ کیا تو حضرت علیؓ نے شمع ہدایت کو روشن وتاباں رکھنے کی خاطر اپنی جان کی بازی لگا دی اور ان تیز وتند ہواؤں کا رخ موڑ دیا۔ ہجرت کی شب حضور اکرمؐ نے علی المرتضیٰ کو اپنے بستر پر لٹا دیا، حالانکہ ان خطرناک اور جان لیوا حالات میں بستر رسولؐ کسی مقتل گاہ سے کم نہیں تھا۔ حضرت علیؓ کے علاوہ کون اتنے حوصلے اور جرأت کا مالک ہو سکتا تھا جو ان تمام خطرات سے یکسر بے گانہ اور بے نیاز ہو کر دشمنوں کے سخت محاصرے اور گھیراؤ کے باوجود بستر رسالتؐ پر آرام کی نیند سو جائے۔ عقیدہ توحید کی پختگی اور توکل علی اللہ کا اس سے بڑا اور ثبوت بھلا کیا ہو سکتا ہے؟

مسند خلافت کی ذمے داری: حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب نئے خلیفہ کے انتخاب کا مسئلہ کھڑا ہوا تو اہل مصر کا ایک وفد سیدنا علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا "اے داماد رسول! آپؓ خلافت کی ذمے داری قبول فرمالیں۔"

اس گزارش کے جواب میں حضرت علیؓ نے فرمایا "اس افراتفری اور ہنگامہ خیزی کے دور میں اس اہم اور نازک ترین عہدے کو سنبھالنے کے لئے میں خود کو تیار اور رضامند نہیں پاتا۔"

آپؓ کا یہ جواب سن کر عمائدین مصر نے یہ خطرہ محسوس کیا کہ اگر خلیفہ کے انتخاب میں دیر ہو گئی تو نہ جانے امت مسلمہ کو کن دشواریوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے۔ چنانچہ چند معتبر شخصیات انصار مدینہ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ آپ خود اپنا کوئی خلیفہ منتخب کر لیں۔

یہ سن کر انصار مدینہ نے کہا کہ حضرت علیؓ کی ذات گرامی کے علاوہ ہماری نظر میں کوئی دوسری شخصیت اس منصب جلیلہ کی اہل نہیں ہے۔ چنانچہ ان حالات میں حضرت علیؓ کو ۲۶ رذوالحجہ بہ مطابق ۳۵ ہجری کو اتفاق رائے سے خلافت کی گراں بار ذمے داری سنبھالنی پڑی۔ بعدازاں اہل عرب جوق در جوق آپؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؓ کے دست برحق پر بیعت کرتے رہے۔

یہ وہ دور تھا جب مسلمانوں میں یہودیوں کی سازشوں سے زہر ہلاہل پھیل چکا تھا جس کے باعث جنگ جمل اور جنگ صفین بھی ہو گئی تھیں۔ دوسری جنگ میں خارجیوں کا طبقہ بھی وجود میں آ گیا تھا جس کے ایک فرد نے بعدازاں حضرت علیؓ کو جامعہ کوفہ میں شہید کر دیا۔

حضرت علیؓ کا پورا دور خلافت جنگی سازشوں اور بے ہنگم شورشوں کا دور تھا۔ اپنی پانچ سالہ مدت خلافت میں آپؓ کو ایک لمحے کے لئے بھی سکون نصیب نہیں ہوا۔ ملکی حالات نے ہمیشہ آپؓ کو بے چین رکھا، تاہم آپؓ کی بامقصد زندگی ان تمام مشکلات کے باوجود عظیم کارناموں سے مزین نظر آتی ہے۔ اپنی خلافت کے دوران اختلافات کے باوجود حضرت علیؓ نے نہایت تحمل اور استقلال کے ساتھ حالات کا سامنا کیا۔ آپؓ کی ذات عوام الناس کے لئے آئینہ رحمت اور سایۂ عافیت تھی۔ بیت المال کا سارا نظام مستحقین کے لئے شب وروز جاری رہتا تھا۔ اس میں جو بھی رقم جمع ہوتی تھی، نہایت فراخدلی سے غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دی جاتی تھی۔ آپؓ کے دور خلافت میں ذمیوں کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا جاتا تھا۔

ایران میں بے شمار خفیہ سازشوں کے باعث کئی ہنگامے اور بغاوتیں اٹھیں مگر اپنے جذبۂ رحم اور ضبط وتحمل سے کام لیتے ہوئے حضرت علیؓ نے کبھی کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا جس سے کشت وخون ہوتا اور انسانی جانوں کا نقصان ہوتا، یہاں تک کہ اہل ایران بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے: "اللہ کی قسم! اس عربی نے تو نوشیروان عادل کی یاد تازہ کر دی۔"

حضرت علیؓ کی طبیعت میں انتہا درجے کی سادگی اور عاجزی پائی جاتی تھی۔ آپؓ کا مکان، لباس اور کھانا مفلس ترین اشخاص سے ہرگز اچھا نہیں ہوتا تھا۔ ضروریات زندگی کی فراہمی کے لئے خود کام کرتے تھے۔ بڑے کریم النفس، سخی اور فیاض تھے۔ سواری بہت کم استعمال کرتے تھے۔ اکثر پیدل سفر کرتے تھے۔ کوفے کے گلی کوچوں میں پیدل گھوم پھر کر رعایت کی خبر گیری کرتے اور تقویٰ وپرہیزگاری کی تلقین فرماتے تھے۔

وہ ماہ رمضان کی انیسویں شب تھی جب امیر المومنین حضرت علیؓ اپنی عزیز بیٹی حضرت ام کلثومؓ کے گھر میں آرام فرما رہے تھے۔ صبح کے وقت اٹھے اور مسجد کوفہ میں تشریف لے گئے۔ چند رکعت ادا فرمائیں اور کچھ توقف کے بعد فجر کی اذان دی۔ خلیفۃ المسلمین کی کوفہ کی مسجد میں یہ آخری اذان تھی اور صدائے بازگشت صحن مسجد سے بلند ہو کر کوفے کی فضاؤں میں تحلیل ہوتی چلی گئی۔ اذان سے فراغت کے بعد آپ مسجد کی محراب کی طرف تشریف لے گئے جہاں ایک بدبخت اور سخت دل خارجی عبدالرحمٰن بن ملجم نے زہر میں بجھی ہوئی تلوار آپؓ کے سر مبارک پر اس وقت ماردی جس وقت آپؓ فجر کی پہلی رکعت کے سجدے سے سر اٹھانے والے تھے۔ دشمن کا وار اتنا شدید اور مہلک تھا کہ تلوار سر کے اندر تک اترتی چلی گئی۔ اس پر آپؓ کے منہ سے نکلا "رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔"

پھر تو یہ خبر شہر بھر میں پھیل گئی اور ڈھیروں لوگ مسجد میں جمع ہو گئے۔ آپؓ شدید زخمی تھے۔ ۲۱ رمضان المبارک کی شب کو وہ تہائی حصہ گزرنے پر حالت مزید خراب ہو گئی اور اس لمحہ کلمۂ شہادت کا ورد کرتے ہوئے اپنی جان مالک حقیقی کے سپرد کر دی۔

ابواللیث سمرقندی

حسد

حسد اور اس سے نجات کی صورت

فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت حسنؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کینہ اور حسد نیکیوں کو یوں کھا جاتے ہیں جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ عبدالرحمٰن بن معاویہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ ظن، حسن اور بدفالی، عرض کیا یا رسول اللہ! ان سے نجات کی کیا صورت ہے؟ ارشاد فرمایا کہ جب تو حسد کرے تو ظاہر مت کر۔" یعنی دل میں حسد ہو تو زبان یا عمل سے اس کا اظہار مت کر، کیونکہ صرف دل کے خیال پر مواخذہ نہیں اور جب کسی کے متعلق بدگمانی ہو تو بلا تحقیق اسے حقیقت مت سمجھو۔ اگر بدفالی کی صورت پیش آئے تو پروا کئے بغیر کام میں لگے رہو یعنی کہیں جانے کا ارادہ تھا کہ اُلّو کی آواز سن لی یا کسی اور جانور کی یا بدن کے اعضا میں سے کسی پر لرزہ وغیرہ پیدا ہو گیا تو اس وجہ سے اپنا ارادہ تبدیل نہ کرو بلکہ اپنے عزم پر جاری رہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق منقول ہے کہ آپ اچھی فال کو پسند فرماتے اور بدفالی کو ناپسند سمجھتے اور فرمایا کرتے کہ بدفالی لینا جاہلیت کے کاموں میں سے ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ (**قالوا اطیرنا بک و بمن معک**) ترجمہ: لوگ کہنے لگے ہم تم کو اور تمہارے ساتھ والوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔

ایک اور آیت ہے: (**قالوا انا تطیرنا بکم**) ترجمہ: اور وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب تو کسی پرندے کی آواز سنے تو کہا کر اے اللہ! یہ پرندہ بھی تیرا ہی ہے اور خیر و برکت بھی تیری ہی ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ برائی سے بچنے کی ہمت اور نیکی کرنے کی قوت بھی تیری ہی عطا سے ہے۔ پھر آگے چل دو۔ ان شاء اللہ کچھ بھی ضرر اور نقصان نہ ہوگا۔

حسد کا ضرر

حضرت ابوہریرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ باہم بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔ محض نرخ بڑھا کر نیلام میں شرکت مت کرو اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی ہو جاؤ۔ حضرت معاویہؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے سے فرمایا میرے بیٹے حسد سے بہت بچو کہ اس کا اثر تیرے اندر پہلے ظاہر ہوگا اور تیرے دشمن کے اندر بعد میں۔ فقیہ فرماتے ہیں کہ حسد سے بڑھ کر کوئی چیز مضر نہیں کہ دشمن تک اس کا اثر بد پہنچنے سے پہلے پہلے خود حسد کرنے والا پانچ آفتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

۱- مسلسل غم۔

۲- ایسی مصیبت جس پر کوئی اجر نہیں۔

۳- ایسی قابل مذمت حالت جس پر کبھی تحسین نہیں۔

۴- اللہ تعالیٰ حسد کرنے والے پر ناراض ہوتے ہیں۔

۵- توفیق کے دروازے اس پر بند ہو جاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے دشمن ہیں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کی وجہ سے دوسروں پر حسد کرتے ہیں۔

مالک بن دینارؒ سے منقول ہے کہ میں قاریوں کی شہادت تمام مخلوق پر قابل قبول سمجھتا ہوں۔ البتہ باہم ایک دوسرے پر ان کی شہادت کو قابل قبول نہیں سمجھتا۔ کیونکہ میرا مشاہدہ ہے کہ وہ ایک دوسرے پر حسد کرتے ہیں اور ان کی اکثریت ایسی ہی ہے۔

حساب سے پہلے دوزخ میں جانے والے لوگ

حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چھ قسم کے لوگ چھ باتوں کی وجہ سے قیامت کے دن حساب سے پہلے ہی دوزخ میں جائیں گے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا میرے بعد آنے والے حکام ظلم کی وجہ سے اور عرب لوگ عصبیت کی وجہ سے۔ دہقان لوگ تکبر کی وجہ سے، تاجر لوگ خیانت کی وجہ سے، دیہاتی لوگ جہالت کی وجہ سے، اہل علم حسد کی وجہ سے، یعنی ایسے علماء طلب دنیا میں ایک دوسرے پر حسد کرتے ہیں۔ لہٰذا مناسب ہے کہ طالب علم آخرت کیلئے علم حاصل کرے۔ اس صورت میں نہ یہ کسی پر حسد کرے گا، نہ کوئی دوسرا اس پر حسد کرے گا۔ اور اگر طلب علم دنیا کیلئے ہوگا تو باہمی حسد بھی ہوگا۔ جیسا کہ علمائے یہود کے بارے میں وارد ہے۔

(**ام یحسدون الناس علی ما اٰتٰھم اللہ من فضلہ**)

"یا یہ دوسرے آدمیوں سے ان چیزوں پر جلتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں۔"

چونکہ یہود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ پر حسد کرتے تھے اور بطور اعتراض کہا کرتے تھے کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہوتے تو انہیں اتنے نکاحوں کی کب فرصت ہوتی؟ اس پر اللہ پاک نے آیت بالا میں جواب دیا کہ وہ حسد کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔

ف: یہاں پر فضل سے نبوت اور کثرت نساء مراد ہے۔

آسمان پر اور زمین پر پہلا گناہ

ایک دانا کا مقولہ ہے کہ حسد سے بہت بچو۔ کیونکہ حسد ہی وہ پہلا گناہ ہے جو آسمان میں اللہ تعالیٰ کی معصیت کا باعث بنا اور یہی وہ پہلا گناہ ہے جو زمین میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا سبب بنا۔ آسمان میں اللہ تعالیٰ کی معصیت سے مراد شیطان کا وہ قصہ ہے کہ جب آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ تو نے مجھے آگ سے اور اسے مٹی سے بنایا ہے۔ آدم علیہ السلام پر حسد کیا، جس کی وجہ سے وہ مردود ہوا اور زمین میں نافرمانی سے مراد آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل کا قصہ ہے کہ جس نے اپنے بھائی ہابیل کو حسد کی وجہ سے قتل کر دیا تھا، جس کا ذکر (**واتل علیھم نبأ ابنی آدم بالحق**) کی آیت میں مذکور ہے۔

حسد کے نقصانات

احنف بن قیسؓ سے منقول ہے کہ حاسد کو راحت میسر نہیں اور بخیل کو خوشحالی اور کسی آزردہ خاطر کا کوئی دوست نہیں ہوتا۔ اور جھوٹا انسان آدمیت سے محروم ہوتا ہے۔ خائن آدمی کی رائے نہیں ہوتی اور بدخلق آدمی سرداری کے لائق نہیں۔ کسی دانا کا قول ہے کہ میں نے کوئی ظالم ایسا نہیں دیکھا جو مظلوم کے ساتھ حاسد سے زیادہ مشابہت رکھتا ہو۔ محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ میں نے کسی سے بھی کسی شے پر حسد نہیں کیا۔ اگر وہ اہل جنت میں سے ہے تو کیونکر حسد کروں کہ وہ جنت میں جانے والا ہے۔ اگر اہل دوزخ میں سے ہے تو کیسے حسد کروں کہ وہ دوزخ میں جا رہا ہے؟ حسن بصریؒ فرماتے ہیں اے ابن آدم! تو اپنے بھائی پر کیوں حسد کرتا ہے؟ کیونکہ اس کے پاس جو کچھ بھی ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کا انعام و اکرام ہے تو جس کا اکرام اللہ تعالیٰ کرتے ہیں تو اس پر کیوں حسد کرتا ہے؟ اگر کوئی اور بات ہے تو ایسے شخص پر حسد کب مناسب ہے جس کا ٹھکانا جہنم ہے؟

فقیہ فرماتے ہیں کہ تین شخص ایسے ہیں جن کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ حرام کھانے والا، بکثرت غیبت کرنے والا، تیسرا وہ شخص جس کے دل میں مسلمانوں کے ساتھ کینہ اور حسد موجود ہو۔

حسد کی جائز صورتیں

حضرت سالمؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسد کرنا صرف دو شخصوں سے جائز ہے، ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی دولت عطا فرمائی ہے اور وہ شب و روز اس کی تلاوت کرتا رہتا ہے۔ دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے مال عطا فرمایا اور وہ اسے رات دن اللہ کی راہ میں خرچ کرتا رہتا ہے۔ فقیہ فرماتے ہیں کہ اس حسد کا یہ مطلب ہے کہ کوشش کرے کہ یہ بھی اس کی طرح رات کو قیام کرنے والا بن جائے اور صدقات خیرات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والا بنے، یہ حسد محمود

دپسندیدہ ہے، لیکن اگر یہاں بھی دوسرے سے اس نعمت کے چھن جانے ہی کی آرزو ہو تو مذموم اور ناپسندیدہ ہے۔ بلکہ ہر موقع پر یہی بات دیکھی جائے گی کہ کسی انسان کے پاس مال و دولت یا کوئی عمدہ چیز دیکھ کر اگر بعینہ اسی کے حصول کی تمنا کرے تو مذموم ہے اور اگر اس کی مثل ملنے کی آرزو ہو تو مذموم نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا یہی مطلب ہے۔

(ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض)

ترجمہ: اور تم ایسے کسی امر کی تمنا مت کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے۔

آگے آیت میں ارشاد ہے:

(واسئلوا اللہ من فضلہ)۔

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کی درخواست کیا کرو۔

ایک مومن کے لئے یہی مناسب ہے کہ وہ اپنے بھائی کے فضل کی اپنے لئے خواہش نہ کرے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کرے کہ وہ اسے بھی اُسی طرح کا فضل عطا فرمائیں۔ لہٰذا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ حسد سے اپنی حفاظت کرے، کیونکہ حاسد خداوندی فیصلہ کا مخالف ہے۔ اور ہر خیر خواہ اللہ کے فیصلہ پر راضی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دین ہمدردی اور خیر خواہی کا نام ہے تو مناسب ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی اور تمام مسلمانوں کا خیر خواہ ہو اور حاسد نہ بنے۔

مسلمان کا مسلمان پر حق

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مسلمان کا مسلمان پر کیا حق ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں، عرض کیا کون ہے؟ فرمایا۔

۱- جب ملے تو سلام کہے۔
۲- دعوت کرے تو قبول کرے۔
۳- خیر خواہی کا طالب ہو تو خیر خواہی کرے۔
۴- چھینک کے وقت الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہے۔
۵- بیمار ہو تو بیمار پُرسی کرے۔
۶- اور جب فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ میں شامل کرے۔

کینہ اور حسد سے سینہ صاف رکھنا سنت نبوی ہے

فقیہ اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی میں حاضر ہوا تو آٹھ برس کا تھا، آپ نے سب سے پہلی بات مجھے یہ سکھائی اور فرمایا اے انس اپنا وضو درست کرو، جیسا کہ نماز کے لئے مناسب ہے، تیرے محافظ فرشتے تجھ سے محبت کریں گے اور عمر میں زیادتی ہوگی۔ اے انس! جنابت کی حالت ہو جائے تو خوب اچھی طرح سے غسل کرو کہ ہر بال کے نیچے جنابت کا اثر ہوتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! غسل میں مبالغہ کرنے کا کیا مطلب ہے؟ ارشاد فرمایا کہ بالوں کی جڑوں کو تر کرو اور بدن کو مل کر صاف کرو، اس کے بعد تو جب غسل خانہ سے نکلے گا تو گناہوں سے بھی پاک ہو جائے گا۔ اے انس! تیری چاشت کی دو رکعتیں کبھی قضا نہ ہونی چاہئیں کہ یہ اوابین یعنی اللہ والوں کی نماز ہے، دن اور رات میں نوافل بکثرت ادا کیا کرو کہ جب تک نماز میں رہو گے فرشتے تیرے لئے دعائیں کرتے رہیں گے۔ اے انس! جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو اپنے کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر، رکوع کرے تو دونوں ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھو اور انگلیاں کھلی رہیں اور بازو پہلوؤں سے ہٹے ہوئے ہوں۔ جب رکوع سے سر اٹھاؤ تو سیدھے کھڑے ہو جاؤ کہ ہر عضو اپنے ٹھکانے پر آ جائے، سجدہ کرو تو چہرہ زمین پر رکھو۔ کوے کی طرح ٹھونگیں مت مارو اور نہ لومڑی کی طرح اپنے بازو زمین پر پھیلاؤ۔ سجدہ سے سر اٹھاؤ تو کتے کی طرح مت بیٹھو یعنی زمین پر سرین رکھ کر گھٹنے کھڑے کرلو۔ بلکہ سرین کو دونوں قدموں کے درمیان رکھو۔ اور قدموں کے ظاہری حصہ کو زمین پر لگاؤ۔ اللہ تعالیٰ ایسی نماز کی طرف التفات نہیں فرماتے جس کا رکوع سجود مکمل نہ ہو۔ اگر ہو سکے تو ہر وقت باوضو رہا کرو کہ اگر اسی حالت میں موت آ جائے تو شہادت نصیب ہوگی۔ اے انس! گھر میں داخل ہوتے وقت اہل خانہ پر سلام کہا کرو۔ اس سے تجھے اور تیرے گھر والوں کو کثیر برکت حاصل ہوگی۔ کسی کام کے لئے گھر سے نکلو تو جس مسلمان پر بھی نظر پڑے تو اس کو سلام کہو، اس سے ایمان کی لذت دل

میں پیدا ہوگی۔ اور باہر پھرتے پھراتے کوئی گناہ اور قصور ہو جائے تو اس کی بھی تلافی ہو جائے گی۔ اے انس! کوئی رات اور صبح ایسی حالت میں مت گزار کہ تیرے دل میں کسی مسلمان کے متعلق بغض اور کینہ موجود ہو۔ یہ میری سنت ہے۔ جس نے میری سنت کو اپنایا اس نے میرے ساتھ محبت کی اور میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ اے انس! جب تو میری ان نصیحتوں کو یاد کرے گا اور اس پر عمل پیرا ہوگا تو موت سے بڑھ کر کوئی چیز تجھے محبوب نہیں ہوگی کہ اسی میں تیرے لئے راحت و آرام ہے۔

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ کینے اور کھوٹ کو دل سے نکالنا میری سنت ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اپنے دل کو حسد و کینہ سے پاک و صاف کرے، کیونکہ یہ بہترین اعمال میں سے ہے۔

فقیہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد مرحوم کو اپنی سند کے ساتھ حضرت انسؓ کی یہ روایت نقل کرتے ہوئے سنا ہے کہ ہم ایک دفعہ بارگاہ نبوی میں حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک جنتی آدمی آئے گا جس نے اپنے چپل بائیں ہاتھ میں لٹکائے ہوں گے، چنانچہ ایک آدمی اسی ہیئت کا آیا اور سلام کر کے حاضرین کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اگلے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اسی طرح سے ارشاد فرمایا اور وہ آدمی پھر اسی حالت میں آیا۔ تیسرے روز آپ نے پھر وہی ارشاد فرمایا۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے تشریف لے چلے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ اس شخص کے ساتھ ہو لئے اور کہنے لگے کہ میرے اور میرے والد کے درمیان کچھ بات چل نکلی اور میں نے قسم کھائی کہ تین رات تک ان کے پاس نہ جاؤں گا، لہٰذا اگر آپ جگہ دیں تو اتنی مدت میں آپ کے پاس قیام کرلوں؟ اس شخص نے ہاں کرلی۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ بیان کیا کرتے تھے کہ میں نے اس شخص کے پاس رات گزاری، اس نے کوئی قیام نہیں کیا۔ بس رات کو سوتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر تسبیح و تہلیل کرکے سو رہا ہے اور صبح فجر کے وقت اُٹھ کر اچھی طرح وضو کیا اور پوری طرح سے نماز ادا کی اور دن کا روزہ بھی نہ رکھا۔ کہتے ہیں کہ میں تین رات مسلسل اسے دیکھتا رہا۔ اس سے زیادہ اس نے کوئی عمل نہیں کیا۔ البتہ میں نے جب بھی اس سے سنا کلمہ خیر ہی سنا۔ تین راتیں گزر گئیں اور میرے جی میں اس کے عمل کے قلیل ہونے کا خیال پیدا ہونے لگا۔ تو میں نے اس سے کہا کہ واقعہ یہ ہے کہ میری اپنے والد سے کوئی تیز کلامی نہیں ہوئی اور نہ ہی ایک دوسرے کو چھوڑنے کی کوئی بات ہوئی۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا تھا کہ آپ نے تین مجلسوں میں ارشاد فرمایا کہ ایک جنتی تمہارے پاس آئے گا اور اس ارشاد کے بعد تینوں دفعہ تو ہی آیا، میرے جی میں آیا کہ تیرے پاس کچھ عرصہ رہ کر تیرے اعمال دیکھوں، پھر میں بھی انہیں اختیار کرنے کی کوشش کروں، مگر میں نے تیرا کوئی بڑا عمل نہیں دیکھا۔ آخر وہ کیا بات ہے جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے متعلق جنتی ہونے کا ارشاد فرمایا؟ کہنے لگا بس میرا عمل تو یہی ہے جو تو نے دیکھ لیا۔ کہتے ہیں کہ میں وہاں سے لوٹنے لگا تو اس شخص نے واپس بلا لیا اور کہا کہ میرا عمل تو وہی ہے جو تو نے دیکھا، البتہ میرے دل میں کسی مسلمان کے لئے برائی نہیں ہے اور نہ ہی میں اللہ تعالیٰ کی عطا پر کسی سے حسد کرتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ میں نے کہا، بس یہی وہ بات ہے کہ جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے متعلق یہ ارشاد فرمایا اور یہی وہ عمل ہے جسے میں اختیار نہیں کرسکا۔

حاسد اپنے رب کا مقابلہ کرتا ہے

کسی دانا کا قول ہے کہ حاسد پانچ طرح سے اپنے رب کا مقابلہ کرتا ہے۔

ایک یہ کہ وہ ہر اس نعمت کو برا جانتا ہے جو اس کے غیر کو ملتی ہے۔

دوسرے یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر ناراض ہوتا ہے کہ تقسیم نعمت یوں کیوں ہوئی؟

تیسرے یہ کہ اللہ کے فضل پر بخل کرتا ہے۔

چوتھے یہ کہ وہ اللہ کے ولی کی رسوائی اور اس سے نعمت کے چھن جانے کی تمنا کرتا ہے۔

پانچویں یہ کہ وہ اپنے دشمن یعنی شیطان ملعون کی اعانت اور مدد کرتا ہے۔

کہتے ہیں کہ حاسد کو مجالس میں ذلت اور مذمت کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا اور نزع کے وقت شدت و سختی اور محشر میں عذاب اور رسوائی اور دوزخ میں حرارت اور جلن اس کا مقدر ہوتی ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)۔

ادارہ

سائنس کی دنیا میں دعا کی اہمیت

بیماری ہی نہیں کسی اور مشکل میں اہل ایمان مہربان اور رحیم وکریم اللہ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں۔ یہ پکار دل کی گہرائیوں سے آپ ہی آپ نکلتی ہے اور پھر یہ مشکلات میں چارہ گر دوست، بیماری میں دردمند ماہر طبیب اور درد سے کراہتے انسانوں کے لئے مہربان نرس کی توجہ بن جاتی ہے۔ بیماری ہو یا کوئی اور ابتلاء، ایک غیبی طاقت انسان کو بڑی شفقت اور قوت کے ساتھ امید کے راستے پر چلاتی ہے یہیں سے ہر مشکل کے حل کی تلاش، سلامتی اور بقا کی جدوجہد اور مرض کے علاج کی تدبیر سجھائی دیتی ہے۔ گویا اللہ پر بھروسے اور سہارے کے بغیر نہ تو کوئی معالج، معالج رہتا ہے اور نہ کوئی چارہ گر چارہ گر۔ علاج اور شفاء کے لئے اللہ تعالیٰ پر بھروسے اور اس کی اعانت کی اس قدر ضرورت ہوتی ہے جتنی کہ دوا اور مادی تدابیر کی۔ دعا اور اللہ پر کامل بھروسہ معالج کے لئے بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا مریض کے لئے۔ ماہرین نفسیات وبشریات اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلبی میں بڑی گہری قوتیں پنہاں ہیں۔ ان سے نہ صرف سہارا امید اور رفاقت کا احساس ملتا ہے بلکہ امراض کا حیرت انگیز تدارک اور مرض کی صورت میں معجزانہ شفاء بھی حاصل ہوتی ہے۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ دوا پر باقاعدگی سے عمل کے ساتھ ساتھ دعا کا ورد بھی بہت کارآمد اور ضروری ہے۔ بیماری ہی نہیں کسی اور مشکل میں بھی اہل ایمان، مہربان اور رحیم وکریم اللہ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں۔ یہ پکار دل کی گہرائیوں سے آپ ہی آپ نکلتی ہے اور پھر یہ مشکلات میں چارہ گر دوست، بیماری میں دردمند ماہر طبیب اور درد سے کراہتے انسانوں کے لئے مہربان نرس کی توجہ بن جاتی ہے۔ شاید وہ دن اب بالکل گزر چکے ہیں کہ جب مادہ پرست اقوام کے لوگ مصیبت اور بیماری میں بھی اللہ پر اعتماد اور اس سے دعا کو فضول اور بے بنیاد تصور کرتے تھے۔ اب ساری دنیا میں طب اور معالجاتی سائنس اور اللہ کا رشتہ پھر سے استوار ہوگیا ہے۔ اسے سب سے گہرا افہام اور اعلیٰ استدلال اسلام کے دور عروج میں مسلمان اطباء اور علمائے سائنس نے عطا کیا تھا۔ گویا حقیقت پسندی کا تقاضا یہی ہے کہ تشخیص اور علاج کے ساتھ ساتھ دعا اور اعتقاد کی قوت سے پورا کام لیا جائے۔

ہاورڈ میڈیکل اسکول امریکہ کے ایسوسی ایٹ پروفیسر بربریٹ مشن نے حال ہی میں لندن میں 'صحت میں نئی سمت' کے موضوع پر ایک کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے یہ انکشاف کیا کہ عبادت اور دعا سے امراض قلب اور حملہ قلب روکا جاسکتا ہے، بلند فشار خون میں ڈرامائی کمی ہوسکتی ہے اور درد اور سرطان کو کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔ پروفیسر بنسن جو قلب کے مریضوں کو عبادت اور دعا کے علاوہ سکون اور ستانے کے طریقے دس سال تک بتاتے رہے ہیں ذکر، ورد اور وظائف مذہبی کی نفسیاتی اور شفائی اہمیت پر زور دیتے ہیں۔ یہ ہر مذہب کے لوگوں کے لئے ان کے اپنے اپنے عقیدے کے مطابق قابل عمل ہوسکتے ہیں۔ پروفیسر بنسن کا کہنا ہے کہ اس عمل سے جو سونے سے قبل رات کو خاموشی اور سکون کامل کے عالم میں تقریباً بیس منٹ تک کیا جائے دماغی تناؤ، کھنچاؤ اور دباؤ میں ایک کیمیاوی ردعمل کے تحت زبردست کمی آتی ہے۔ اعصاب کو حیرت انگیز سکون ملتا ہے اور ہارمون کے نظام کی اصلاح ہوجاتی ہے ہر رات یہ عمل کرنے سے برسوں کی اعصابی پیچیدگی اور دباؤ کا تدارک ہوسکتا ہے۔ پروفیسر بنسن نے اس عمل کے تجربات بلند فشار خون اور امراض قلب کے مریضوں پر کئے اور حیرت انگیز مفید نتائج ریکارڈ کئے۔ دردسر اور سرطان کے مریضوں پر بھی اس عمل کے نہایت مفید اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

عقیدہ دعا کا یہ مطلب نہیں کہ صحت کے متفقہ اصولوں سے غفلت برت کر کوئی شخص صحت مند رہنے کی تمنا کرے۔ ان اصولوں پر عمل جسم کا فطری تقاضا ہے اور ان سے غفلت برتنا احکام الٰہی سے غفلت برتنے کے مترادف ہے۔ قانون فطرت پر عملدرآمد صحت مندی کی لازمی شرط ہے البتہ معالج اور مریض دونوں کو کوشش اور کاوش کے ساتھ ساتھ اللہ سے مدد پانے کی توقع ہمیشہ رکھنی چاہئے۔ مریض کے لئے ضروری ہے کہ وہ دعا کے ساتھ ساتھ معالج کی ہدایات پر پورے خلوص سے عمل کرے اور ضروری پرہیز بھی کرے۔ بیماری ہو تو اسے مختصر کم یا اسے ختم کرنے کی پوری کوشش کی جائے۔ علاج اور صحت کے محاذ پر پورے یقین اور پامردی کی ضرورت ہوتی ہے۔ علاج کے ساتھ ساتھ اس گہرے یقین اور اعتقاد کے لئے جو صحت کی راہ استوار کرتا ہے خدا پر عقیدے اور دعا کی ضرورت ہوتی ہے۔ صحتیاب ہونے پر خدا کے شکر کے ساتھ ساتھ صحت کے قیام اور استحکام کے تمام طبی اور سائنسی اصولوں پر عمل سے بھی زیادہ ضروری ہوجاتا ہے۔ اکثر لوگ امراض کے حملے کو دعوت دیتے ہیں اور صحت کی نعمت گنواتے ہیں۔ ان کے لئے دوا اور دعا دونوں بے کار ہیں۔

محتاجی نے کس مقام پر لا کھڑا کیا!

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک حدیث بار بار بیان کرتے ہوئے سنا۔ اگر ایک یا دو بار بیان کرتے ہوئے سنا ہوتا میں اسے بیان نہ کرتا، لیکن میں نے ایک دو بار نہیں بلکہ سات سے زیادہ مرتبہ سنا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ''بنی اسرائیل میں کفل نامی ایک شخص تھا جو کسی گناہ سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک خاتون اس کے پاس مدد کے لئے آئی، تو اس نے اسے ۶۰ دینار اس شرط پر دیے کہ وہ اس سے بدکاری کرے گا تو جب اس نے اس کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کیا تو وہ خاتون کانپ اٹھی اور رو پڑی۔ کفل نے پوچھا: تجھے کس چیز نے رلا دیا۔ اس خاتون نے جواب میں کہا کہ یہ وہ برائی ہے جس کا ارتکاب میں نے کبھی نہیں کیا۔ اب مجھے میری محتاجی نے اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے تو میں اللہ کی خشیت سے کانپ اٹھی ہوں۔ (خاتون کی اس نیکی اور پاک دامنی نے اسے متاثر کیا) اس نے کہا: تو اللہ کے خوف سے کانپتی اور روتی ہے تو میں اس سے خشیت اور آہ وبکا کا زیادہ سزاوار ہوں۔ اچھا جو دینار تجھے دیئے ہیں وہ تیرے ہوئے۔ اللہ کی قسم! اس کے بعد میں کبھی بھی اس کی نافرمانی نہ کروں گا۔ اس نے یہ عزم کیا اور پھر اسی رات وہ فوت ہوگیا۔ صبح کے وقت اس کے دروازے پر لکھا تھا: اللہ تعالیٰ نے کفل کی مغفرت کردی ہے۔'' لوگوں نے اس پر تعجب کیا۔'' (ترمذی)۔

اس حدیث کا ایک سبق تو یہ ہے کہ گناہ کار سے گناہ کار انسان بھی، زندگی کے کسی مرحلے پر اللہ کی طرف پلٹ آتا ہے۔ ہر انسان کی فطرت میں جو نیکی ہے وہ کسی واقعہ کو دیکھ کر عود کر آتی ہے۔ اس لئے کسی کی اصلاح سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ دوسرا سبق یہ ملتا ہے کہ کتنی ہی مجبوری کا عالم کیوں نہ ہو، اللہ سے بے خوف نہیں ہونا چاہئے۔ اللہ کے خوف کا اظہار جسم کی کیفیت سے ہو یا زبان سے ہو، وہ دوسرے دیکھنے والے پر غیر معمولی اثر رکھتا ہے۔ یہ بات کہ راوی حضرت ابن عمرؓ نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سات بار سنی اور یقیناً اس سے زیادہ بار بیان کیا گیا ہوگا، ایک طرف اس حدیث سے ملنے والے سبق کی اہمیت واضح ہوتی ہے اور دوسری طرف دعوت وتربیت کے لئے ایک ہی بات بار بار کہنے کی حکمت اور ضرورت کو سامنے لاتی ہے۔

ڈاکٹر سید اسلام الدین مجاہد

فتح مکہ

غلبہ اسلام کا عظیم الشان واقعہ

فتح مکہ انسانی تاریخ کا وہ عظیم ترین واقعہ ہے جس نے تاریخ کے دھارے کو بدل کر رکھ دیا۔ حق کے علمبرداروں کو اللہ رب العزت نے جس منفرد انداز میں اس موقع پر کامیابی سے ہمکنار کیا اس سے قیامت تک آنے والی نسلوں کو یہ پیغام ملا کہ جادۂ حق پر چلنے والے کبھی نامراد نہیں ہوتے بلکہ حق سے ٹکرانے والے ذلیل و خوار ہوکر صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے جاتے ہیں۔ مشہور تاریخ نگار امام ابن قیم رقمطراز ہیں کہ ''یہ وہ (فتح مکہ) فتح عظیم ہے جس کے ذریعہ اللہ نے اپنے دین کو، اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لشکر کو اور اپنے امانتدار گروہ کو عزت بخشی اور اپنے شہر کو اور اپنے گھر کو جسے دنیا والوں کے لئے ذریعہ ہدایت بنایا ہے، کفار و مشرکین کے ہاتھوں سے چھٹکارا دلایا، اس فتح سے آسمان والوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور اس کی عزت کی طنابیں جوزاء کے شانوں پر تن گئیں، اوراس کی وجہ سے لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوئے، اور روئے زمین کا چہرہ روشنی اور چمک دمک سے جگمگا اٹھا۔'' (زادالمعاد:۲/۱۶۰)

بیسویں صدی کے ایک اور سیرت نگار مولانا نعیم صدیقی اپنی تصنیف ''محسن انسانیت'' میں فتح مکہ کے واقعات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''اس معرکہ کے ذریعے مخالف انقلاب تخریبی قوت کا سر پوری طرح کچل دیا گیا۔ اب گویا نظام اسلامی قطعی طور پر عرب کے لئے مقدر ہوگیا اور کسی اور کے لئے آگے بڑھنے کا راستہ نہ رہا۔ اب گویا نظام حق کے راستے سے سب سے بڑی مزاحم طاقت ہٹ گئی جو عرب کی دیرینہ جاہلی قیادت کا مرکز تھی اور جب جاہلی قیادت کا علم سرنگوں ہوگیا تو پھر نظام جاہلی کا برقرار رہنا اور جاہلیت کے گرد عوام کا سمٹے رہنا ممکن نہ رہا۔'' اسی طرح فتح مکہ دراصل ایک دعوت کی تکمیل اور ایک صالح نظام کے نقطۂ عروج کا آغاز تھا۔

اسی عظیم فتح کا ایک خاص پہلو یہ رہا کہ قریش کی چودھراہٹ کا بھوت ختم ہوگیا جو عرصۂ دراز سے مکہ والوں کو قافلہ حق کے خلاف ورغلاتے ہوئے انہیں جنگ و پیکار کے لئے مجبور کر رہا تھا۔ قریش کی سماجی برتری کا دعویٰ بھی اب کوئی معنیٰ نہیں رکھتا تھا کیونکہ فتح مکہ کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے خطاب کرتے ہوئے فرمادیا کہ اے قریش کے لوگو! اللہ نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور باپ دادا پر فخر کا خاتمہ کردیا۔ سارے لوگ آدم سے ہیں اور آدم مٹی سے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمایا: "یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ و جعلناکم شعوباً و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر۔" (سورۃ الحجرات:۱۳)

''اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ تم میں اللہ کے نزدیک سب سے باعزت وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔ بیشک اللہ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔''

فتح مکہ دراصل اسلام کے پیغام کو سارے جزیرۃ العرب اور پھر ساری دنیا میں عام کرنے کے لئے تلواروں کی چھاؤں میں سے اپنا راستہ نکالنے کا ذریعہ بنی۔ انتہائی دشوار گزار اور نامساعد حالات میں تشدد اور انتقام کا جذبہ لئے بغیر دشمن کو

فتح مکہ سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کئی اذیتوں اور کئی مشکلات سے گزرے لیکن اس کے باوجود جس عزم اور حولہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت کے ہر چیلنج کو قبول کیا۔ اس کی ساری تفصیلات تاریخ کے اوراق میں بھری ہوئی ہیں۔ مکہ سے مدینہ ہجرت کرکے آنے کے بعد کا بھی آٹھ برس کا کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرا کہ اطمینان و سکون کی سانس لی جاسکے۔ ابھی محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی انقلابی جماعت مدینہ کے ایک نئے ماحول میں داخل ہوئی تھی کہ قریش نے جنگ کا بگل بجادیا۔ مدینہ کی چھوٹی سی جماعت جو ہر قسم کے وسائل سے محروم تھی، کوئی جنگ وجدال پر آمادہ نہیں تھی، لیکن مکہ والوں کو زعم تھا کہ جو مدینہ جا کر ایک انقلابی دعوت کو عام کرنے کا تہیہ کرچکے ہیں ان کی زندگی کو اجیرن کردیا جائے۔ چنانچہ عین رمضان میں جب کہ پہلی مرتبہ روزوں کی فرضیت کا حکم آیا، جانثاران حق کو میدان بدر میں حق کے غلبہ کے لئے آنا پڑا اور ۳۱۳ کے مختصر قافلے نے ایک ہزار کے لشکر جرار کو شکست فاش دے دی۔ ۲ھ میں ہوئے غزوۂ بدر سے لے کر سن ۸ھ کے فتح مکہ کے واقعات کی کڑیوں کو جوڑا جائے تو یہی حقیقت سامنے آتی ہے کہ باطل ہر مرحلہ پر شکست و ریخت سے دوچار ہونے کے باوجود خرمن حق کو تار تار کرنے سے باز نہیں آیا۔ ہر قسم کی جانی اور مالی نقصان کے باوجود اس کی ہٹ دھرمی جاری رہی۔ چنانچہ غزوۂ بدر کے بعد غزوۂ احد، غزوۂ خندق، غزوۂ خیبر کے علاوہ اور بھی بہت سارے چھوٹے بڑے معرکے کا تدارک بھی کرتے رہے اور اپنی بے سروسامانی کے باوجود اہل حق کا قافلہ آٹھ سال کے مختصر عرصے میں ایک ناقابل تسخیر قوت بن گیا۔ جس دعوت کو کچلنے کی اہل مکہ سازشیں کرتے رہے وہ اور زیادہ قوت کے ساتھ نشوونما پاتی رہی، خاص طور پر غزوۂ احزاب کے بعد مکہ والوں کی ہمتیں ٹوٹ گئیں اور انہیں یہ محسوس ہونے لگا کہ اب مدینہ سے ابھرتی ہوئی طاقت سے ٹکرانا اپنے وجود کو ختم کرنے کے مترادف ہوگا۔ چنانچہ حالات نے کچھ ایسی کروٹ لی کہ قریش کی شامت اعمال آگئی اور انہوں نے خود ہی اس معاہدہ حدیبیہ کو توڑ ڈالا جو تاریخ کے صفحات میں ''صلح حدیبیہ'' نام سے مشہور ہے۔ یہ معاہدہ لکھا جارہا تھا مسلمانوں میں ایک قسم کی رنجیدگی اور مایوسی کا ماحول طاری ہوچکا تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بظاہر یہ محسوس کررہے تھے کہ دب کر دشمن سے صلح کی جارہی ہے۔ لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا یقین تھا کہ اس مرحلہ کے بعد اہل حق کا قافلہ کامیاب ہوگا اور اللہ تعالیٰ ضرور اسے فتح و کامیابی کی شہادت دے گا۔ چنانچہ تھوڑے ہی دن بعد یہ حقیقت سامنے آگئی کہ صلح حدیبیہ دراصل اسلام اور مسلمانوں کی زندگی میں نئی انقلابی تبدیلی کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ قریش جو اسلام دشمنی میں بہت آگے بڑھ گئے تھے اور مسلسل جنگ و پیکار کی طرف آگے بڑھتے جارہے تھے۔ جنگ کے میدان میں پسپا ہوکر اب امن کی طرف آنے پر آمادہ ہوگئے تھے۔ صلح حدیبیہ کے بعد امن کا جو ماحول بنا تھا، اس میں مسلمانوں کو اسلام کی دعوت پھیلانے کا بھرپور موقع ملا۔ چنانچہ حدیبیہ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں اور امراء کے نام جو خط آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا وہ تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہے۔ نجاشی نے نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کا جواب بھیجا بلکہ اس نے اسلام بھی قبول کیا۔ اسلام کی یہ بڑھتی ہوئی طاقت قریش کیلئے تشویش کا باعث بن گئی اور وہ اپنی پرانی روش پر آگئے اور صلح حدیبیہ سے دستبردار ہوگئے۔

قریش کے اس یکطرفہ جارحانہ اقدام کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی نبض شناس نگاہیں یہ محسوس کرچکی تھیں کہ قریش اب بھی نفرت و عناد کی آگ میں بھڑک رہے ہیں۔ ان سے کسی بھی وقت خونریزی

کا اندیشہ ہے۔ صلح حدیبیہ کی ساری دفعات ان کے حق میں تھیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے اس کی خلاف ورزی کا اعلان کر کے از خود مدینہ والوں کو دعوت دی کہ آؤ مقابلے کے لئے تاکہ پھر ایک بار مکہ میں وہ گروہ غالب رہ سکے جو حق پر ہے۔ اس دور میں عوامی حلقوں میں یہ اعتقاد پھیلا ہوا تھا کہ مکہ میں صرف وہی غالب رہ سکتا ہے جسے خدا کی تائید حاصل ہو اور جو طاقت حق پر نہ ہو، اسے مکہ پر غلبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس طرح کا اعتقاد ابرہہ کے حملہ کے بعد سے بہت قوی ہو گیا تھا اور لوگ یہ سمجھتے تھے کہ قریش مقبول الٰہی ہے۔ اسی اعتقاد کی بنیاد پر قریش اپنے لاکھ جرائم کے باوجود مکہ میں ایک قابل احترام گروہ کی حیثیت رکھتے تھے لیکن انہوں نے مسلمانوں کو دعوت مبارزت دیتے ہوئے اس حقیقت کو فراموش کر دیا کہ اب مکہ اسلامی تحریک کا مرکز بننے جا رہا ہے انہوں نے مدینہ والوں کو مقابلے کی دعوت دے کر دراصل اپنی رہی سہی ساکھ کو پامال کر لینے کا اعلان کر دیا تھا۔ چنانچہ قریش کے جذبات مخاصمت کا لاوا پھٹنے کے قریب ہو گیا اور اب مکہ پر چڑھائی لازمی ہو گئی، تب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان منفی طاقتوں کو سرکوبی کیل ئے باضابطہ منصوبہ بندی کا آغاز کر دیا اور باہمی مشاورت سے مختلف امور طے کئے گئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کے ارادوں کو جاننے کے لئے ایسی حکمت عملی کی کہ خاص لوگوں کو بھی اس کا پتہ چل نہ سکا۔ سیرت نگاروں کا کہنا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کر دیا کہ مسلمان تیار ہو جائیں اور اپنے گھر میں بھی حکم دیا کہ ہتھیار تیار کر دیں، لیکن یہ امر بالکل راز میں رکھا کہ کدھر کا ارادہ ہے۔ حتیٰ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی علم نہ ہو سکا، جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہتھیار تیار کئے تھے۔ حاطب بن ابی بلتعہ سے اس موقع پر جو غلطی ہوئی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم کیسے ہوا، یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگی حکمت عملی کے معاملے میں کتنے محتاط اور چوکنا رہتے تھے۔ جو معرکہ طے ہونے جا رہا تھا اس میں ان سارے امور کا لحاظ رکھنا ضروری تھا۔ فتح مکہ کا پس منظر یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰ ر رمضان ۸ھ کو دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر لے کر مدینہ سے کوچ فرماتے ہیں۔ راستے میں مسلمانوں کے اور بھی قافلے اسلامی لشکر میں شامل ہو جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دن ہی جنگی حکمت عملی اختیار فرمائی۔

ایک عظیم فوجی جرنیل کی حیثیت سے ایسا پر پیچ راستہ اختیار فرمایا کہ جب تک آپ مدینہ سے نکل کر مرالظہران پہنچ کر خیمہ زن نہ ہو گئے، اس وقت تک کسی مکہ والے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر نہ ہوئی۔ رات کے وقت جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہر سپاہی نے اپنے لئے علاحدہ آگ روشن کی، تب مکہ والوں کو خبر ہوئی کہ اسلامی لشکر میدان کارزار میں آ چکا ہے۔ انہوں نے جب دس ہزار روشن چولہوں کو دیکھا تو ان پر سکتہ طاری ہو گیا اور انہیں اپنا انجام بدصاف نظر آنے لگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے جذبۂ شہادت کو دیکھ کر قریش کے اوسان خطا ہو گئے اور اب انہوں نے جنگ کے بجائے صلح کی باتیں شروع کر دیں۔ چنانچہ ابوسفیان نے حالات کو تاڑ کر اسلام قبول کر لینے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔ پھر جب صبح ہوئی تو ابوسفیان نے خود اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اب اسلامی لشکر سے مقابلہ ممکن نہیں ہے۔

جب اسلامی لشکر مکہ میں داخل ہو گیا تو ابوسفیان نے خود نہایت بلند آواز میں پکارا، قریش کے لوگو! یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تمہارے پاس اتنا لشکر لے کر آئے ہیں کہ مقابلے کی کسی میں تاب نہیں ہے۔ پھر ایک مرحلہ وہ آیا جب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوسفیان کے پاس سے

گزرے تو آپ کی زبان سے بے ساختہ جوش میں یہ جملے نکلے کہ "الیوم یوم الملحمة، الیوم نستحل الحرمة" یعنی آج گھمسان کا دن ہے اور آج کا دن کعبہ کا ماحول معرکہ کے لئے کھول دیا جائے گا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سعد کے ان جملوں کا علم ہوا تو فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد سے علم لے کر ان کے بیٹے کو دے دیا اور فرمایا کہ: ''آج کا دن کعبہ کی عظمت کا دن ہے اور یہ اعلان فرما دیا کہ جو کوئی حرم میں چلا جائے گا اس کو امان ہے اور جو کوئی ابوسفیان یا حکیم بن حزام کے گھر میں پناہ لے، یا جو کوئی اپنے گھر میں بیٹھا رہے اور جو کوئی ہتھیار پھینک دے ان سب کو امان ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی مکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بحیثیت فاتح مکہ داخلہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ''مدارج النبوۃ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''اسی مکہ میں ایک وہ نازک وقت تھا کہ جب قریش نے آپ کے قتل کا فیصلہ کر لیا تھا، رات بھر آپ کے مکان کا محاصرہ کئے رہے اب اسی شہر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو پورا پورا اقتدار بخشا، اس غیر متوقع کامیابی پر آپ جذبۂ تشکر سے سرشار ہو گئے اور اپنا فرق مبارک جھکا دیا اور اونٹ پر بیٹھے بیٹھے سجدہ شکر ادا کیا اور پھر بلند آواز سے سورہ ''فتحا'' تلاوت فرمائی۔'' اس طرح ۲۰ ر رمضان انسانی تاریخ کا ایک یادگار دن بن گیا، لیکن اس عظیم دن فاتح مکہ کا حال یہ تھا کہ دنیا بھر کے فاتحین کے برعکس ان کا سر خدا کے سامنے عجز کے مارے اس طرح جھک رہا تھا کہ پیشانی کجاوے کو چھو رہی تھی اور زبان رسالت پر خدا کے حضور کلمات تشکر تھے جس نے یہ دن اہل حق کو دکھایا۔ فتح مکہ کے بعد قریش کے ایک ایک ظلم کا بدلہ لیا جا سکتا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم محسن انسانیت اور رہنمائے انسانیت بنا کر روئے زمین پر بھیجے گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد زمینوں پر قبضہ کرنا نہیں تھا بلکہ دلوں کو مسخر کرنا تھا اسی لئے اعلان عام ہو گیا کہ "لاتثریب علیکم الیوم، اذھبوا فانتم الطلقاء" ''یعنی تم سے آج کوئی باز پرس نہیں ہوگی، جاؤ تم سب آزاد ہو۔'' عفو درگزر کا یہ معاملہ آج دنیا اپنی آنکھوں نہیں دیکھ سکتی۔ آج تو حال یہ ہے کہ فاتح، مفتوح قوم کے قتل عام کا حکم دے دیتا ہے۔ لوگوں کے مال اور عورتوں کی عصمتیں سر بازار لوٹی جاتی ہیں۔ لیکن مکہ فتح ہوا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فیاضانہ سلوک بھی دنیا نے دیکھا کہ خانہ کعبہ کی کنجی عثمان بن طلحہ کے حوالے کر دی گئی اور اعلان کر دیا گیا کہ آج کا دن نیکی اور وفاداری کا دن ہے۔ فتح مکہ کا سب سے یادگار لمحہ وہ تھا جب آپ حرم میں داخل ہوئے اور ایک ایک بت کے پاس جا کر فرماتے "جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا" یعنی حق تو آ گیا اور باطل چلا گیا اور باطل جانے والی چیز ہے، آپ کے حکم سے تمام اصنام توڑ دیئے گئے مشرکین مکہ کے لئے یہ عجیب منظر تھا کہ اپنی آنکھوں سے اپنے خداؤں کی بے بسی کا نظارہ کر رہے تھے فتح مکہ کی اور بھی بہت ساری تفصیلات ہیں جن کا احاطہ اس مختصر مضمون میں کرنا ممکن نہیں ہے۔

اس عظیم فتح کا خلاصہ یہی ہے کہ یہی وہ فیصلہ کن معرکہ ہے جس نے باطل کی پوری طاقت کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔ فتح مکہ کے بعد پورے جزیرۃ العرب کے سیاسی اور دینی افق پر اسلام کا پرچم لہرا رہا تھا اور وہ ساری قوتیں پسپا ہو چکی تھیں جو طلوع اسلام سے لے کر اس معرکہ کے طے ہونے تک مسلمانوں کی زندگی کو اجیرن کر چکی تھیں۔ فتح مکہ کے بعد اسلام چار دانگ عالم میں اب پوری آب و تاب کے ساتھ پھیلنے لگا۔ بغیر کسی تشدد اور خونریزی کے اتنی عظیم کامیابی میں مسلمانوں کے لئے کئی درس پوشیدہ ہیں۔ ضرورت ہے کہ امت مسلمہ اس میں فتح مبین سے درس بصیرت لیتے ہوئے اپنا لائحہ عمل طے کرلے۔

فضائل صدقات

قرآن وسنت کی روشنی میں

محمد صدیق احمد حسامی

حضرت بشرؒ فرماتے ہیں کہ تین عمل بہت سخت ہیں یعنی ان میں ہمت کا کام ہے۔ ایک تنگدستی کی حالت میں سخاوت، دوسرے تنہائی میں تقویٰ اور اللہ کا خوف، تیسرے ایسے شخص کے ساتھ حق بات کا کہنا جس سے خوف ہو یا امید ہو (اتحاف) یعنی اس سے اغراض وابستہ ہیں اور یہ اندیشہ ہو کہ وہ حق بات کہنے سے میری اغراض پوری نہ کرے گا یا کسی قسم کی مضرت پہنچائے گا حق تعالیٰ شانہٗ کے کلام پاک میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے۔ وہ حضرات باوجود اپنی حاجت اور فقر کے دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اور اس کے ذیل میں ان کی کچھ تفصیل بھی گزر چکی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں تین شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سو دینار (اشرفیاں) تھے میں نے ان میں سے دس دینار اللہ کے واسطے صدقہ کردیئے۔ دوسرے صاحب نے عرض کیا کہ میرے پاس دس دینار تھے، میں نے ایک دینار صدقہ کردیا، تیسرے صاحب نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک ہی دینار تھا، میں نے اس کا دسواں حصہ صدقہ کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تینوں کا ثواب برابر ہے اس لئے کہ ہر شخص نے اپنے مال کا دسواں حصہ صدقہ کیا ہے۔

ایک اور حدیث میں اسی قسم کا ایک اور قصہ وارد ہوا ہے اس میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد جواب میں ہے کہ تم سب ثواب میں برابر ہو کہ ہر شخص نے اپنے مال کا دسواں حصہ صدقہ کردیا۔

اس حدیث میں یہ بھی وارد ہے کہ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت شریفہ پڑھی، آیت شریفہ سورۃ طلاق کے پہلے رکوع کے ختم پر ہے۔ پوری آیت شریفہ کا ترجمہ یہ ہے ''وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق خرچ کرنا چاہئے'' جس کی آمدنی کم ہو اس کو چاہئے کہ اللہ جل شانہٗ نے جتنا اس کو دیا اس میں سے خرچ کرے (یعنی امیر آدمی اپنی حیثیت کے موافق خرچ کرے اور غریب آدمی اپنی حیثیت کے موافق) کیونکہ خدا تعالیٰ کسی شخص کو اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جتنا اس کو دیا ہے۔ (اور غریب آدمی خرچ کرتا ہوا اس سے نہ ڈرے کہ پھر بالکل ہی نہیں رہے گا) خدا تعالیٰ تنگی کے بعد جلدی ہی فراغت بھی دے گا۔

علامہ سیوطیؒ نے درمنثور میں اس آیت شریفہ کے ذیل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت کے ہم معنی دوسرے بعض صحابہؓ سے بھی روایت نقل کی ہیں، اور ان سے بھی کہ ایک صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد نقل کیا گیا کہ ایک درہم ایک لاکھ درہم سے بھی ثواب میں بڑھ جاتا ہے۔ اس طرح کہ ایک آدمی کے پاس دو ہی درہم فقط ہیں اس نے ان میں سے ایک صدقہ کردیا۔ دوسرا شخص ایسا ہے کہ اس کے پاس بہت بڑی تعداد میں مال ہے اس نے اپنے کثیر مال میں سے ایک لاکھ درہم صدقہ کئے تو یہ ایک درہم ثواب میں بڑھ جائے گا۔

علامہ سیوطیؒ نے جامع الصغیر میں حضرت ابوذرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے اس کو نقل کیا ہے اور صحیح کی علامت لکھی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم لوگوں کو صدقہ کا حکم فرمایا کرتے تھے تو ہم میں سے بعض آدمی بازار جاتے اور اپنے اوپر بوجھ لاد کر مزدوری میں ایک مد

(جو حنفیہ کے نزدیک ایک سیر وزن ہے اور دوسرے حضرات کے نزدیک تین پاؤ سے بھی کچھ کم ہے) کماتے اور اس کو صدقہ کردیتے (فتح) ابتداء میں اسلام میں بعض منافق ایسے لوگوں پر طعن کرتے تھے جو مشقت اٹھا کر تھوڑا صدقہ کرتے تھے، حق تعالیٰ شانہٗ نے ان پر عتاب فرمایا چنانچہ (توبہ: ع-۱۰) ''یہ (منافق) ایسے لوگ ہیں کہ نفل صدقہ کرنے والے مسلمانوں پر صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں اور (بالخصوص) ان لوگوں پر (اور بھی زیادہ) طعن کرتے ہیں جن کو بجز محنت اور مزدوری کے کچھ میسر نہیں ہوتا یہ (منافق) ان کا مذاق اڑاتے ہیں، اللہ جل شانہٗ ان کے مذاق اڑانے کا بدلہ (اسی نوع سے) دے گا (کہ آخرت میں ان احمقوں کا بھی اول مذاق اڑایا جائے گا) اور دکھ دینے والا عذاب تو ان کیلئے ہے ہی (وہ تو ٹلتا نہیں)۔

مفسرین نے اس آیت شریف کے ذیل میں بہت سی روایات اس قسم کی ذکر کی ہیں کہ یہ حضرات رات بھر حمالی کرکے مزدوری کماتے اور صدقہ کرتے اور جو کچھ تھوڑا بہت گھر میں ہوتا وہ تو ان کی نگاہ میں صدقہ ہی کے واسطہ ہوتا تھا مجبوری کے درجہ میں کچھ خود بھی استعمال کرلیا کرتے۔

ایک مرتبہ حضرت علیؓ کی خدمت میں ایک سائل حاضر ہوا، آپ نے اپنے صاحبزادہ حضرت حسنؓ یا حضرت حسینؓ سے فرمایا کہ اپنی والدہ (حضرت فاطمہؓ) سے کہو کہ میں نے جو چھ درہم تمہارے پاس رکھے ہیں ان میں سے ایک دے دو۔ صاحبزادے گئے اور یہ جواب لائے کہ وہ آپ نے آٹے کے واسطے رکھوائے تھے، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آدمی اپنے ایمان میں اس وقت تک سچا نہیں ہوتا جب تک اپنے پاس کی موجود چیز سے اس چیز پر زیادہ اعتماد نہ ہو جو اللہ جل شانہٗ کے پاس ہے۔ اپنی والدہ سے کہو کہ وہ چھ درہم سب کے سب دے دو، حضرت فاطمہؓ نے تو یاددہانی کے طور پر فرمایا تھا کہ ان کو اس میں کیا تامل ہوسکتا تھا۔ اس لئے حضرت فاطمہؓ نے دے دیئے۔ حضرت علیؓ نے وہ سب سائل کو دے دیئے۔ حضرت علیؓ اپنی جگہ سے اٹھے بھی نہیں تھے کہ ایک شخص اونٹ فروخت کرتا ہوا آیا۔ آپ نے اس کی قیمت پوچھی، اس نے ایک سو چالیس درہم بتائے۔ آپ نے وہ قرض خرید لیا اور قیمت کی ادائیگی کا بعد کا وعدہ کرلیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور شخص آیا اور وہ اونٹ کو خرید کر پوچھنے لگا کہ یہ کس کا ہے، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میرا ہے۔ اس نے دریافت کیا کہ فروخت کرتے ہو، حضرت علیؓ نے فرمایا: ہاں، اس نے قیمت دریافت کی۔ حضرت علیؓ نے دو سو درہم بتائے اور وہ خرید کرلے گیا۔

حضرت علیؓ نے ایک سو چالیس درہم اپنے قرض خواہ یعنی پہلے کو دے کر ساٹھ درہم حضرت فاطمہؓ کو لاکر دیئے۔ حضرت فاطمہؓ نے پوچھا کہ یہ کہاں سے آئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے وعدہ فرمایا ہے کہ جو شخص نیکی کرتا ہے اس کو دس گنا بدلہ ملتا ہے۔ (کنز العمال)

بقیہ ...... سوال و جواب

(۱) کیا میں اپنے بچہ کو اپنے ساتھ رکھ سکتی ہوں؟

(۲) کیا میں اپنے لئے اس درمیان کا خرچ شوہر سے طلب کرسکتی ہوں۔

(۳) کیا میں اپنے بچہ کے گزر کے لئے خرچ لے سکتی ہوں؟

ج: (۱) ماں اپنے بچہ کو اولاد نرینہ ہونے کی صورت میں سات سال رکھ سکتی ہے، اس کے بعد پرورش کا حق شرعاً باپ کو ہوتا ہے۔ (شامی-۲/۶۴۰)

(۲) زمانہ عدت کا نفقہ شوہر سے لیا جاسکتا ہے لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ عورت ناشزہ نہ ہو، یعنی شوہر کے گھر سے شرعی حق کے بغیر نہ گئی ہو، ورنہ یہ حق ساقط ہوجاتا ہے۔ (ہندیہ-۱/۵۵۷)

(۳) چھوٹے بچوں کا خرچ باپ کے ذمہ ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ بالغ ہوجائیں۔ لہٰذا جب تک بچہ ماں کے پاس ہے اس کا خرچ باپ سے لیا جائے گا، لیکن جو مصارف آپ پہلے کرچکی ہیں ان کے لینے کا مطالبہ آپ نہیں کرسکتیں۔ (شامی ۲/۶۷۰)

محمد قمر الزماں ندوی
مدرسہ نور الاسلام کنڈہ پرتاپ گڑھ

بزمِ رفتہ کی۔ سچی کہانیاں

دوسو سالہ مجرم

ایک ایسا اسرائیلی جس نے اپنی دوسو سالہ زندگی میں گناہ ہی گناہ کئے تھے جب وہ فوت ہوا تو لوگوں نے اس کی لاش کو گھسیٹ کر کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی فرمائی: "اے موسیٰ! ہمارا ایک بندہ فوت ہوگیا ہے اور بنی اسرائیل نے اسے گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا ہے۔ آپ اپنی قوم کو حکم دیں کہ وہ اسے وہاں سے اٹھائیں۔ تجہیز وتکفین کریں اور آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھائیں اور لوگوں کو بھی اس کی نماز جنازہ پڑھنے کی ترغیب دلائیں۔"

جب سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم وہاں پہنچے تو میت کو دیکھ کر پہچان لیا۔ تعمیل ارشاد خداوندی کے بعد عرض کیا "یا اللہ! یہ بندہ تو بدترین مجرم تھا۔ بجائے سزا کے اتنی بہترین جزا کا کیونکر مستحق قرار پایا؟" ارشاد باری ہوا: "بیشک یہ سخت سزا کا مستحق تھا، لیکن اس نے ایک روز توریت شریف کھولی اور اس میں میرے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام نامی لکھا ہوا دیکھا تو محبت سے اسے چوما اور درود شریف پڑھا۔ میں نے اس نام پاک کی تعظیم کرنے کے سبب اس کے سارے گناہ معاف کردیئے۔"

حسنِ سلوک

خانوادۂ نبوت کے ایک چشم و چراغ حضرت علی بن حسین زین العابدینؒ کو ایک مرتبہ ان کی ایک باندی وضو کرا رہی تھی۔ اتفاق سے ہاتھ سے لوٹا چھوٹ گیا اور چھوٹ کر ایسا گرا کہ حضرت موصوف کے چہرۂ مبارک پر زخم لگ گیا۔ ابھی آپ نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا ہی تھا کہ باندی بولی "والکٰظمین الغیظ"۔ اور ایمان والوں کی شان یہ ہے کہ وہ غصہ پی لیتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا: کہ میں نے اپنا غصہ پی لیا، پھر اس نے (باندی نے) آیت کا اگلا ٹکڑا تلاوت کیا: "والعافین عن الناس" اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہوتے ہیں۔ تو اس پر حضرت نے فرمایا: جا میں نے تجھے معاف کردیا۔ پھر اس باندی نے آیت کا آخری حصہ پڑھا: "واللہ یحب المحسنین" اور اللہ تعالیٰ محسنین کو پسند کرتا ہے۔ آیت مکمل ہوگئی اور اس کا اثر بھی کمال تک پہنچ گیا۔ حضرت نے یہ آخری حکم صادر فرمایا: جا! تو آج سے آزاد ہے۔

اس واقعہ کو سامنے رکھ کر ہمیں اپنے ماتحتوں کے ساتھ اپنے طرز عمل کا جائزہ لینا چاہئے، آج کل صورت حال یہ ہے کہ کسی خادم یا ملازم سے بلاارادہ بھی اگر کوئی غلطی سرزد ہوجاتی ہے تو نہ صرف اس کو بروقت سزا دی جاتی ہے، بلکہ مدت دراز تک اسے بات بات پر طعنے بھی سننے پڑتے ہیں۔

شریعت کا احترام

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے زمانہ میں مولانا ضیاء الدین سنامی (المتوفی ۷۰۹ھ) بڑے متشرع، متقی اور دیندار عالم تھے، احتساب میں بڑی سختی کرتے تھے، ایک کتاب نصاب الاحتساب بھی لکھی، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے یہاں جو محفلِ سماع ہوتی رہتی، اس کو پسند نہ کرتے، اور ان سے سماع پر احتساب کرتے رہتے، اس سلسلے میں شدومد سے ان کی مخالفت کی۔ لیکن جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت خواجہؒ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ وہ مولانا کے بستر مرگ کے قریب پہنچے تو مولانا نے اپنی دستار حضرت خواجہ کے قدموں کے پاس بچھادی، حضرت خواجہ اس کو اٹھا کر اپنی آنکھوں پر رکھ لیا کہ یہ شریعت کی دستار ہے، مولانا آنکھیں چار نہ کرسکے، حضرت خواجہ نے ان کی ندامت دیکھی تو جلد اٹھ کر باہر چلے گئے۔ لیکن اسی وقت خبر ملی کہ مولانا کی روح پرواز کرگئی، حضرت خواجہ رونے لگے اور فرمایا کہ ایک حامی شریعت تھا، وہ بھی نہ رہا۔ (اخبار الاخیار ص ۱۰۲)

تونگر و مفلس

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ بڑے مالدار تھے۔ ایک مرتبہ حج کو جارہے تھے تو راستے میں ایک غریب درویش ملا۔ اس سے آپ نے فرمایا:

"اے درویش! ہم تونگر ہیں۔ اس کے بلائے پر جارہے ہیں۔ مگر تم ایک مفلس آدمی ہو، تم طفیلی ہو کر کہاں جاتے ہو......؟

اس درویش نے جواب دیا:

"اے عبداللہ! میزبان جب کریم ہوتا ہے تو طفیلی کی زیادہ خاطر کرتا ہے۔ اگر اس نے تم کو اپنے گھر بلایا ہے تو مجھ کو خود اپنے پاس بلایا ہے۔" عبداللہ بن مبارک نے فرمایا! "جانتے ہو خدا نے ہم تونگروں سے قرض لیا ہے تو کن لوگوں کے واسطے ہے"؟ اے عبداللہ اس نے ہمارے ہی واسطے یہ قرض لیا ہے۔ گویا ہماری خاطر منظور ہے۔

حضرت عبداللہ نے یہ جواب سن کر فرمایا: واقعی تم سچ کہتے ہو۔ (تذکرۃ الاولیاء۔ ص ۱۰۷)

عجز وانکسار

بہار کے حضرت شرف الدین یحییٰ منیریؒ اپنے تمام تر روحانی کمالات کے باوجود اپنے کو سگ گرگین آستانہ علماء اور مخذول یعنی بدبخت لکھتے تھے، اپنے متعلق فرماتے تھے کہ ہیچ نہ شد، ایک بار علی الصباح سرد پانی میں غسل کرتے وقت بے ہوش ہوگئے۔ جب ہوش آیا تو فجر کی نماز کا وقت جاچکا تھا، انتہائی رنجیدہ ہو کر فرمایا، جتنا مجاہدہ میں نے کیا ہے، اگر پہاڑ نے کیا ہوتا تو وہ پانی ہوجاتا، لیکن افسوس شرف الدین کچھ نہ ہوا۔ اسی عجز وانکسار کی وجہ سے تمام معاصر مشائخ کو اپنے سے بلند تر اور بہتر تصور فرماتے۔

ایک بار حضرت سید جلال الدین بخاری جہانیان جہاں گشت کی خدمت میں ایک کفش بھیجا جس سے مطلب یہ تھا کہ میں آپ کا کفشِ پا ہوں، لیکن سید جلال الدین بخاریؒ نے اس کے بدلے میں اپنی دستار بھیجی جس سے مراد یہ تھی کہ آپ میرے سرتاج ہیں۔ حضرت سید جلال الدین بخاری دہلی میں رہتے تو سینہ ملتے اور کہتے کہ بہار سے بوئے عشق آتی ہے، بہار شریف میں حضرت مخدوم الملک کا قیام رہتا۔ (مونس القلوب ومناقب الاصفیاء۔ ص ۱۴۱)

حسنِ رعایت

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی خانقاہ میں جو کچھ آتا، وہ غرباء اور مساکین میں تقسیم کردیا جاتا، ظہر کی نماز تک خانقاہ میں کوئی چیز باقی نہ رہتی، ظہر کی نماز سے پہلے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کچھ قیلولہ فرماتے، ایک روز قیلولہ فرمارہے تھے کہ ایک درویش آیا، اس وقت خانقاہ میں کوئی چیز نہ تھی، خدام نے اس کو واپس کردیا، اسی وقت حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی آنکھ لگ گئی تو خواب میں دیکھا کہ ان کے مرشد حضرت بابا فریدالدین گنج شکر تشریف لائے ہیں، اور کہہ رہے ہیں کہ ایک درویش آیا اور خستہ دل واپس گیا، اگر کچھ دینے کو نہ تھا تو کم از کم حسن رعایت تو تھا، آنکھ کھلی تو خدام سے مرشد کی تنبیہ کا ذکر کیا اور حکم دیا کہ آئندہ اگر کوئی درویش آئے تو قیلولہ کے وقت بھی ان کو خبر کردی جائے۔ (سیر الاولیاء۔ ص ۱۳۴)

بے مثال عفو ودرگزر

ایک بار حضرت زین العابدینؒ کے پاس کچھ لوگ مہمان تھے، آپ نے ایک خادم سے کھانا جلد لانے کا تقاضہ کیا، وہ عجلت میں اوپر چڑھا، وہ تیزی سے تنور میں بھنے ہوئے گوشت کی سیخ لے کر آرہا تھا کہ زین العابدینؒ کے ایک بچہ پر (جو نیچے زینہ پر بیٹھا ہوا تھا) سیخ گرگئی، جس سے وہ فوراً جاں بحق ہوگیا، حضرت زین العابدینؒ نے بجائے باز پرس کرنے یا ناراض ہونے کے غلام سے کہا: "جاؤ تم آزاد ہو، تم سے جان بوجھ کر یہ کام نہیں ہوا۔" اور بچے کی تجہیز وتکفین میں لگ گئے۔ (صفۃ الصفوۃ: ۲/۵۶)

مارا بھی تو اخلاق کی تلوار سے مارا

عبدالغفار بن قاسم کی روایت ہے کہ ایک بار حضرت زین العابدینؒ مسجد سے نکل رہے تھے کہ ایک آدمی نے ان کو گالی دی، حضرت زین العابدین کے غلام اور ساتھی غصہ میں اس کی طرف دوڑ پڑے، حضرت زین العابدین نے فرمایا: ٹھہرو، اس کو کچھ نہ کہو پھر خود ہی اس شخص کی طرف بڑھے اور فرمایا: ہماری زیادہ تر باتیں اور حالات تم سے پوشیدہ ہیں تم بتاؤ کہ تمہاری کوئی ضرورت ہے جو میں پوری کرسکوں؟ وہ آدمی نادم وشرمسار ہوا، آپ نے اپنا لبادہ اتار کر اس کو دے دیا۔ اور ایک ہزار درہم عطا فرمائے اس واقعہ کے بعد جب اس شخص کی نظر آپ پر پڑتی تو پکار اٹھتا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اولاد رسول ہیں۔ (صفۃ الصفوۃ: ۲/۵۶)

ادارہ

علم طب میں مسلمانوں کے کارنامے

طب ایک ایسا علم ہے جس کا ذکر قرآن وحدیث میں ملتا ہے۔ قرآن میں بعض چیزوں کو حلال اور انسانی صحت کے لئے نفع بخش قرار دیا گیا ہے مثلاً دودھ، شہد وغیرہ کو نافع اور مفید۔ اسی طرح شراب، خون، مردار کا گوشت وغیرہ کو انسانی صحت کے لئے مضر اور نقصان دہ بتایا گیا ہے احادیث کریمہ میں بھی علم طب پر ایک خاص ذخیرہ موجود ہے۔ کتب احادیث میں کتاب الطب کے عنوں سے ایک باب قائم کیا گیا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان باتوں کو نقل کیا گیا ہے جو حفظان صحت سے متعلق ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو بیمار ہونے پر علاج کروانے کا مشورہ دیا کرتے تھے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ما انزل اللہ داء الا انزل لہ شفاء" اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری پیدا نہیں کی جس کی شفا نہ ہو۔

جب مسلم حکومت کا دور شروع ہوا تو مسلمانوں نے جس طرح ہر میدان میں پوری دنیا کو متاثر کیا۔ علم کے میدان میں بھی انہوں نے بیش بہا خدمات انجام دیئے چنانچہ مسلمانوں نے علم ادب، علم تاریخ، علم فلسفہ، علم زراعت، علم الحیوانات، علم نباتات، علم کیمیا، علم طب وغیرہ پر نمایاں کارنامے انجام دیئے۔ آٹھویں سے گیارہویں صدی تک علم وحکمت کے رہنما زیادہ تر مسلمان ہی تھے اور سائنس اور دیگر شعبہ جات کی بہترین اور ترقی کی حامل تصانیف عربی ہی میں تھیں اور یہی زبان تہذیب وتمدن کا ذریعہ مانی جاتی تھی۔

علم طب اور علم کیمیا کے سلسلہ میں بنوامیہ کے عہد میں کچھ سرگرمیاں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ عہد بنوامیہ کا علم طب بڑی حد تک یونانی اور ایرانی طب سے ماخوذ تھا اس عہد کا ایک طبیب ماسر جویہ بہت مشہور ہے جو مروان بن حکم کے زمانے میں بصرہ میں رہتا تھا اس نے علم طب کی کئی کتابوں کا سریانی زبان سے ترجمہ کیا عربی زبان میں سب سے پہلے علم طب سے متعلق کتاب لکھنے کا شرف رکھتا ہے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد بنوامیہ میں علم طب سے متعلق کچھ مدارس بھی قائم ہو گئے تھے۔

خلافت بنوامیہ کے خاتمے کے بعد خلافت عباسیہ کا دور شروع ہوتا ہے اس دور میں خاص طور پر یونانی یا سریانی زبان سے عربی زبان میں ترجمہ کی گئی۔ ترجمہ نگار عیسائی، یہودی یا صابی تھے، ان میں سے ایک مشہور طبیب حنین بن اسحاق متوفی ۸۷۷ء ہیں۔ جن کے اہل خاندان، تلامذہ اور رفقاء نے طب یونانی کا عربی میں ترجمہ کیا تقریباً ان کے نوے شاگرد بغداد کے بیت الحکمت میں ترجمے کا کام انجام دیتے تھے۔ عباسی حکمراں ترجمہ کرنے والوں کو بیش بہا انعامات سے نوازتے تھے چنانچہ حنین بن اسحاق جب بھی کسی کتاب کو عربی زبان میں منتقل کرتے تو عباسی خلیفہ مامون رشید انہیں کتاب کے ہم وزن سونے عطا کرتے تھے۔

خلفاء عباسیہ کے علمی سرگرمیوں کی وجہ سے بغداد کا وہ علمی دور شروع ہوا جسے عہد زریں سے تعبیر کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اہل یورپ کہا کرتے تھے کہ جس نے عربی نہیں سیکھی اس نے کوئی علم نہیں سیکھا۔

علم طب میں سب سے کمال محمد بن زکریا رازی (۸۵۴ء) تا (۹۳۲ء) نے حاصل کی۔ امام رازی نہ صرف اسلامی

تاریخ میں سب سے بڑے طبیب مانے گئے ہیں بلکہ دنیا کے سب سے بڑے طبیبوں اور ڈاکٹروں میں شمار ہوتے ہیں انہوں نے علم طب پر جو کتابیں لکھیں ان کا بعد میں یورپ کی کئی زبانوں میں ترجمہ ہوا اور ان کی مدد سے یورپ نے علم طب سیکھا۔

مسلمانوں نے اسپین پر سات سو اسی ۷۸۰ سال تک حکومت کی اس عرصے میں مسلم سائنسدانوں نے طرح طرح کے ایجادات کئے اور علم طب پر بہت ہی اہم لٹریچر اہل دنیا کو پیش کئے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی پیرس یونیورسٹی کے میڈیکل کالج کے ہال میں ابوبکر محمد بن زکریا رازی اور ابوعلی حسین بن عبداللہ ابن سینا کی تصویریں آویزاں ہیں۔

اسپین کے مسلم اطباء نے فن طب میں قابل فخر خدمات انجام دی ہیں جو آج تک طبیبوں (ڈاکٹروں) کے لئے مشعل راہ ہیں۔ اسپین کے مشہور اطبا میں ابن باجہ، ابن طفیل، ابن رشد، ابن الخطیب، ابن جلجل، ابن وافد، ابن زہر، الزہراوی اور ابن میمون وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اسپینی عربوں کا دامن بڑے بڑے طبیبوں سے بھرا ہوا تھا ان میں حمدین بن اہان بھی تھے۔ عمران بن ابی عمر عبدالرحمان اول کے طبیب خاص تھے۔ محمد بن فتح طلمون یہ ابن عمر کے شاگردوں میں سے تھے اور موئی بھی۔ اسپین کے دواساز طبیبوں میں الحرانی بہت مشہور ہیں یہ گرچہ اسپین کے رہنے والے نہیں تھے لیکن قرطبہ میں بہت ہی ہر دلعزیز تھے، ان کی بنائی ہوئی دوائیں ہر جگہ پسند کی جاتی تھیں۔ احمد وعمر قرطبہ کے طبیبوں میں یہ دو بھائی بہت مشہور ہوئے۔ یحییٰ بن اسحاق یہ عبدالرحمٰن الناصر کے عہد زریں کے پیداوار تھے، یہ بہت بڑے طبیب تھے ان کی عبدالرحمٰن الناصر بہت عزت کرتے تھے۔ ابن ام البنین یہ بھی عبدالرحمٰن الناصر کے طبیب خاص تھے۔ سعید بن عبدربہ قرطبہ کے بڑے اطبا میں سے تھے۔ سلیمان ابوبکر بن تاج بھی عبدالرحمٰن کے دور کے بڑے طبیب تھے۔ محمد بن تملیح یہ بھی شاہی طبیب تھے عبدالرحمٰن الناصر اور حکم ثانی دونوں کے زمانوں میں انہیں طب کا اقتدار حاصل رہا۔ احمد بن حکم بن حفصون الحکم ثانی اور جعفر صقلی کے طبیب خاص تھے ابوبکر احمد بن جابر الحکم ثانی کے زمانے کے بڑے طبیبوں میں سے تھے۔ عبدالرحمٰن بن اسحاق بن الہیثم بھی ان جلیل القدر اطباء اسپین میں سے ہیں جنہوں نے یورپ میں بڑی شہرت پائی ہے۔

ابوالقاسم حلف بن عباس الزہراوی

ابوالقاسم الزہراوی دارالحکومت قرطبہ کے نواحی بستی مدینۃ الزہرا میں ۹۳۶ء میں پیدا ہوئے۔ الزہراوی کو اہل یورپ مختلف ناموں سے لکھتے ہیں مثلاً ابوالکاسیس (Abulcasis) البوکاسیس (Albucasis) الزہراویس (Alzahrawius) وغیرہ۔

زہراوی نے قرآن سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ حفظ قرآن کے بعد انہوں نے حدیث کی تعلیم حاصل کی پھر ریاضیات اور انجینئرنگ اور طب میں مہارت حاصل کی، انہوں نے قرطبہ یونیورسٹی میں تعلیم پائی۔

زہراوی کی علم طب میں قابلیت کو دیکھتے ہوئے انہیں سرکاری اسپتال کا طبیب مقرر کردیا گیا یہاں انہیں طب میں عملی مہارت پانے کا نادر مواقع میسر آئے چنانچہ انہوں نے جراحت میں خصوصیت پیدا کی اور سرجری کے موجد کہلائے۔

الزہراوی نے جالینوس، بقراط، ڈیسفوریڈس، ابن سینا اور امام رازی کی تمام کتابوں سے استفادہ کیا۔ وہ نئی نئی دوائیں ایجاد کرتے اور انہیں استعمال کرنے سے پہلے جانوروں پر استعمال کرتے۔ مریض کی کیسے تشخیص کی جائے، دواؤں کا امتزاج کس طرح ہو، غذا کا نظام کیا ہو؟ ان تمام امور پر زہراوی نے باریک بینی سے تجربات کئے۔

خلیفہ مستنصر نے اپنی خلافت میں شاہی طبیب عیسیٰ کو سرکاری اسپتال کا انچارج اور زہراوی کو ان کا مشیر مقرر کیا۔

زہراوی کے کارنامے

زہراوی نے اسپتال میں رہ کر متعدد ایسے کام کئے جو پہلے نہیں کئے جاتے تھے۔

(۱) ہر پکٹ اور شیشی پر دوا کا نام لکھنے کا

رواج ڈالا۔

(۲) دوا کی گولی (Tablet) پر نام کندہ کرنے کا آغاز کیا۔

(۳) دوا فروشوں اور عطاروں کی تربیت کا انتظام کیا۔

(۴) ایسا نظام قائم کیا کہ دوا فروش کوئی ملاوٹ نہ کرسکیں۔

(۵) ہر دوا کی خوراک کی مقدار متعین کی۔

(۶) دایوں (Midwife) کی ٹریننگ کا نظم قائم کیا تاکہ ولادت کے وقت زچہ بچہ کم سے کم تکلیف میں مبتلا ہوں اور ان کی جان کا خطرہ باقی نہ رہے۔

(۷) اس نے پہلی بار واضح کیا کہ سرطان (کینسر) کے پھوڑے یا زخم کو ہرگز نہیں چھیڑنا چاہئے۔

(۸) نرس (Nurs) کی ٹریننگ کا نظم قائم کیا تاکہ بیماروں کی صحیح تیمارداری کی جاسکے۔

(۹) نسخہ پر دوا کی ترکیب کے ساتھ پرہیز اور ضروری ہدایات بھی درج کرنے کو رواج دیا۔

جراحت کی دنیا میں الزہراوی کے کارنامے

(۱) الزہراوی دنیا کے پہلے سرجن ہیں جنہوں نے جراحت سے علاج کا طریقہ ایجاد کیا اور علاج کے طریقے کو آسان بنایا۔

(۲) آپریشن کے مختلف طرح کے ہلکے اور تیز اوزار ایجاد کئے۔

(۳) آپریشن اور جراحت کے لئے دو سو سے زیادہ آلات و اوزار ایجاد کئے، انہیں سبک اور تیز بنایا ان کی تیاری میں بہترین قسم کا فولاد استعمال کیا، نیز الزہراوی نے آلات جراحی کی ساخت اور بناوٹ پر خاص توجہ صرف کی، وہ جراحی میں درکار آلات قرطبہ کے ماہر کاریگروں سے اپنی نگرانی میں تیار کرواتے تھے۔ یہ آلات اعلیٰ قسم کے فولاد سے تیار کئے جاتے تھے۔ ان آلات کا استعمال آج بھی میڈیکل میں کئے جاتے ہیں۔

(۴) آپریشن سے پہلے نشہ آور دوا کتنی مقدار میں استعمال کی جائے کس آپریشن کے لئے کتنی دیر تک ضروری ہے ان سب باتوں کو بڑی وضاحت سے بیان کیا اور عملاً کرکے دکھایا۔ اس فارمولے کو آج کے دور میں بھی (Anesth spl.) استعمال کرتے ہیں۔

(۵) زہراوی نے حلق، دماغ، سر، پیٹ، گردے اور آنتوں کے آپریشن کے اصول مقرر کئے۔

(۶) آنکھ کا آپریشن نازک ترین ہوتا ہے انہوں نے آنکھ کے آپریشن کا طریقہ بتایا اور اس کے لئے ضروری تدابیر کی وضاحت کی۔ ایک مرتبہ انہوں نے ایک آنکھ والے آدمی کے موتیابند کا نازک آپریشن کیا۔

(۷) انہوں نے علاج بالکی یعنی زخموں کو جلانے یا داغنے (Canterization) مثانہ پتھری کو پیسنے اور آپریشن کے ذریعہ اسے نکالنے، دانتوں کی سرجری، قطع اعضا اور پٹی باندھنے کے عملی طریقے بیان کئے۔ نیز انہوں نے ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑنے اور ٹوٹی ہوئی چپنی کی ہڈی کو آپریشن سے الگ کرنے کے طریقوں کو ایجاد کیا جسے آج (Walcher Position) کہتے ہیں۔

(۸) الزہراوی پہلے شخص ہیں جنہوں نے جراحی کے آلات کے ذریعہ وضع حمل (Abortion) کرانے کا طریقہ ایجاد کیا۔

ابوالقاسم الزہراوی التصریف عن عجز عن التالیف کے نام سے ایک کتاب تحریر کی جو طب کی تاریخ کا زریں کارنامہ مانا جاتا ہے۔ کتاب میں تیس مقالے ہیں اس کا وہ حصہ خاص طور پر توجہ کا مرکز رہا ہے جو جراحت سے متعلق ہے۔ اس کتاب میں زہراوی نے طب کے اصول و نظریات پیش کئے سر سے پاؤں تک امراض، ان کے اسباب و علاج کی وضاحت کی، مفرد اور مرکب دواؤں کی تفصیل بیان کی، اس کتاب میں آپریشن اور سرجری کے طریقوں کو اس سے متعلق دواؤں اور اوزاروں کو بہت مدلل طور پر بیان کیا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب میں تقریباً دو سو آلات کی تصویریں دی ہیں۔ ''التصریف'' کے پانچ لاطینی، ترجمے ہوئے مثلاً عبرانی، فرانسیسی، انگریزی اور دوسری زبانوں میں بھی ترجمے ہوئے۔

۷۷ سال کی عمر میں علم طب کا یہ سورج طب و جراحت کی دنیا میں عظیم کارناموں اور یادگاروں کو چھوڑ کر ۱۰۱۳ء میں غروب ہوگیا اور اپنے خدا سے جاملا۔

ابو مروان عبدالملک بن ابی العلاء زہر المعروف بہ ابن زہر

اسپین کے اطباء میں ابن زہر ایک مایہ ناز اور قابل فخر نام ہے جس کی دنیا ہمیشہ احسان مند رہے گی۔ ان کی پیدائش ۴۸۴ھ ۱۰۹۱ء میں شہر اشبیلیہ میں ہوئی۔ ان کا خاندان طبی خدمات کے لئے مشہور تھا، انہوں نے فلسفہ، ادب، فقہ اور دینی علوم حاصل کرنے کے بعد اپنے والد ابوالعلاء زہری سے طب کا علم حاصل کیا اور اپنے والد کی طرح مرابطی سلاطین سے وابستہ ہوگئے، پچاس سال کی عمر میں انہیں دربار سے نکال کر قید کردیا گیا، مرابطوں کے زوال کے بعد ابن زہر الموحدی سلاطین کے دربار میں چلے گئے وہاں انہیں منصب وزارت اور درباری طبیب کا عہدہ سونپا گیا ان کا انتقال ۵۵۷ھ ۱۱۶۲ء میں اشبیلیہ میں ہوا انہیں باب الفتح کے باہر دفن کیا گیا۔

تصانیف ابن زہر

ان کی تصنیف میں دو سب سے زیادہ مشہور ہیں، ایک اقتصاد ارواح و اجسام یہ کتاب اصلاح سے متعلق ہے جو نامکمل رہ گئی۔ دوسری شہرہ آفاق کتاب التیسیر فی المداوات والتدبیر ہے جس میں تین رسالے ہیں یہ کتاب انہوں نے ابن رشد کی فرمائش پر تحریر کی۔ ابن زہر نے بعض ایسی بیماریوں کی تفصیل بیان کی جو اس سے پہلے اطبا کو معلوم نہیں تھیں۔ التہاب حجاب پردہ شکم کے اوپر پھیپھڑوں کے درمیان خالی جگہوں میں رسولی کا پیدا ہونا، دل کے بیرونی غلاف پر پھوڑوں کا نمودار ہونا، حلق کا فالج، خارش، کان کا درمیانی حصہ متورم ہونا اور انتڑیوں کا گھلنا وغیرہ۔ ابن زہر کا کہنا ہے کہ شہد اور چینی کے ساتھ دوا لی جائے تو وہ جگر تک پہنچتی ہے جہاں جگر ان چیزوں کے ساتھ عمل کرتا ہے۔ ابن زہر کی کتاب التیسیر کے کئی لاطینی اور عبرانی ترجمے ہوئے، ابن رشد نے انہیں جالینوس کے بعد سب سے بڑا طبیب قرار دیا ہے۔

دل دورانٹ (Will Durant) نے انہیں عہد عروج کا سب سے بڑا طبیب قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

''ابن زہر کی ممتاز خصوصیت کی معالجی وضاحت ہے۔ انہوں نے گلشیوں کے نمودار ہونے، دل کے بیرونی غلاف پر پھوڑوں کے پیدا ہونے، انتڑیوں میں دانے کھلنے اور حلق کی فالج کے بارے میں اعلیٰ درجے کے تجزیے یادگار چھوڑے۔ التیسیر کے عبرانی اور لاطینی ترجموں نے یورپ کے طب پر گہرے اثرات ڈالے، انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں ابن زہر کو ''عہد وسطی میں صف اول کے مسلم مفکرین میں سے ایک اور مغربی خلافت کا سب سے عظیم طبیب کہہ کر ان کی خدمات کا اجمالی تذکرہ کیا گیا ہے۔

نوشتے کے آخر میں لکھا گیا ہے:

''ممتاز مسلم طبیب ابن رشد کے استاد ابن زہر نے عیسائی یورپ میں طب عملی پر بڑا اثر ڈالا۔''

ان کی تصنیف کتاب الاقتصاد فی اصلاح الانفس والاجساد ۱۱۲۱ء میں تصنیف کی گئی اور مرابط شہزادہ ابراہیم بن یوسف بن تاشفین کے لئے لکھی گئی اس کی ابتدا نفسیات کے خلاصہ سے ہوئی۔ ان کی دوسری تصنیف کتاب الاغذیہ ہے۔

ابوبکر محمد بن عبدالملک ابن زہر

ابوبکر محمد اشبیلیہ میں ۱۱۱۰ء یا ۱۱۱۱ء میں پیدا ہوئے یہ ابن زہر کے بیٹے تھے امراض چشم پر ایک کتاب ان سے منسوب ہے، مراکش میں زہر کے اثر سے وفات پائی۔ ابو محمد عبداللہ ابن الحفید: یہ ابن زہر کا پوتا تھا جو اسپین کے شہر اشبیلیہ میں ۱۱۸۱ یا ۱۱۸۲ء میں پیدا ہوا الموحدین کی ملازمت میں بڑا کامیاب طبیب ثابت ہوا باپ کی طرح اس کو بھی زہر دے کر مار ڈالا گیا اور وہ صالح میں ۱۲۰۹ء میں فوت ہوا اشبیلیہ میں دفن کیا گیا۔

ابن زہر کی ایک بیٹی بھی طب میں ماہر تھی اور بڑی کامیاب قابلہ (دایہ) تھی

اس لڑکی کی بیٹی بھی اس فن میں مہارت حاصل کی۔ تقریباً ابن زہر کے خاندان کے اکثر افراد طبیب کامل تھے۔

امیہ بن عبدالعزیز ابن الصلت الاندلسی

ابن الصلت بمقام دینہ ۱۰۶۷ء میں پیدا ہوئے، انہوں نے اشبیلیہ میں سکونت اختیار کی ۱۰۹۶ء میں قاہرہ منتقل ہو گئے، پھر ۱۱۱۲ء میں مہدیہ تیونس چلے گئے وہیں ۱۱۳۴ء میں وفات پائی۔ ان کا طبی شاہکار کتاب الادویہ المفردہ ہے، اس کتاب کا ترجمہ لاطینی اور عبرانی زبان میں تیرہویں اور چودھویں صدی میں کیا گیا۔

ابن باجہ

ابن باجہ اسپین کے مسلم حکیم تھے لیکن عرصہ دراز تک مصر اور تیونس میں مقیم رہے اور بمقام فاس (Faz) ۱۱۳۸ء میں وفات پائی۔

ابن رشد اور ابن طفیل

اسپین میں قرون وسطیٰ کے سب سے بڑے فلاسفہ میں دو ہستیاں پیدا ہوئیں جو تاریخ کے روشن باب ہیں۔ ابن رشد اور ابن طفیل دونوں مراکش کے الموحد سلطان ابو یعقوب یوسف کے درباری طبیب تھے ابن طفیل ۱۱۸۲ء تک درباری طبیب کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے تقریباً ۷۲ سال کی عمر میں خدمت سے سبکدوش ہوئے۔

اسپین کے مسلم اطباء میں ابن رشد بھی ایک عظیم نام ہے، ابن رشد نے تقریباً ۱۱۶۲ء میں کلیات فی الطب کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی جو لاطینی دنیا میں (Colliget) کے نام سے مشہور ہوئی، جس کا اصل مقصد ابن زہر کی التیسیر کا جواب یا تکملہ تھا مگر اس میں عام سائنس سے متعلق بھی بہت قیمتی معلومات و شاہدات جمع کئے گئے، مثلاً یہ کہ آنکھ میں رویت کا احساس پردہ شبکیہ (Retina) پر ہوتا ہے کسی کو اگر ایک بار چیچک نکل آئے تو دوبارہ پھر نہیں ہوتی ابن رشد اگرچہ بہت بڑے طبیب تھے لیکن ان کی فلسفہ کی شہرت نے طبابت کی شہرت کو گمنام کر دیا۔ ان کی کلیات کا لاطینی اور عبرانی زبانوں میں ترجمہ کیا گیا اور پندرہویں اور سولہویں صدی تک طبع ہوتا رہا۔

اس زمانے کے فلسفیوں میں اگر کسی کو ابن رشد کے بعد پہلا درجہ دیا جاتا ہے تو اس کا ہم عصر اور ہم وطن قرطبی یہودی ابن میمون یا ابن میمونہ ہے جو ابن میمون کے نام سے مشہور ہوا اسے پورے دور کے تمام یہودی فلسفیوں اور طبیبوں میں سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ یہ ۱۱۳۰ء میں قرطبہ میں پیدا ہوا لیکن اس کا خاندان مسلمانوں کی مذہبی تعذیب کی تاب نہ لا کر ۱۱۶۷ء میں قاہرہ چلا آیا اور یہیں بس گیا۔ بعض سوانح نگاروں نے دعویٰ کیا ہے کہ ابن میمون نے اسپین میں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا ہے اور در پردہ دین موسوی پر قائم رہا لیکن اس دعوے پر نقادوں نے تنقید کی ہے، قاہرہ میں ابن میمون شہرہ آفاق سلطان صلاح الدین اور اس کے بیٹے عبدالعزیز کا درباری طبیب مقرر ہوا، ۱۱۷۷ء میں اس کو قاہرہ کے یہودیوں کا سب سے بڑا مذہبی عہدہ دیا گیا، اس عہدہ پر وہ تاحیات فائز رہا۔ مصر جدید کے نادار یہودی مریض اب بھی قاہرہ کے صلوات ربی موسیٰ بن میمون کے تہہ خانے میں اس لئے شب بسر کیا کرتے ہیں کہ اس مقام کی برکت سے ان کا مرض دور ہو جائے۔ یہودیوں کی ایک مشہور کہاوت ہے ''موسیٰ سے موسیٰ تک موسیٰ کا ہم پلہ کوئی نہیں ہوا'' اس کہاوت سے یہودیوں میں موسیٰ ابن میمون کی ہر دلعزیزی اور اس کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

طب میں اس کی مشہور کتاب الفصول فی الطب ہے، ابن میمون نے بواسیر کی علت قبض کو قرار دیا، قبض والوں کے لئے ایک ایسی ہلکی پھلکی غذا تجویز کی کہ جس میں بیشتر ترکاریاں ہیں۔ حفظ صحت کے بارے میں اس کے تصورات بہت بلند تھے۔ اس نے ۱۲۰۴ء میں وفات پائی۔

ابوداؤد سلیمان بن حسان معروف بہ ابن جلجل نے اسپین کے طبیبوں میں بڑی شہرت حاصل کی۔ معالجات وادویہ سازی میں خصوصیت سے غیر معمولی مہارت رکھتے تھے، یہ ہشام المویدا موی کے طبیب خاص تھے۔ اسپین کے قابل فخر طبیبوں میں ابن

واقف بھی ہیں جنہوں نے ادویات مفردہ پر ایک بہت ہی عمدہ کتاب مرتب کی۔ قاضی صاعد صاحب طبقات الامم کہتے ہیں:

''ادویہ مفردہ میں جو مہارت انہیں حاصل تھی وہ کسی دوسرے کو نصیب نہ ہو سکی۔''

اسپین نے عربی طب کو یورپ منتقل کرنے میں نہایت اہم حصہ لیا۔ اسی کی بدولت طب کی تینوں روایتوں یعنی یہودی، نصرانی اور اسلامی روایتوں کو ترجمہ کی صورت میں یکجا ہونے کا موقع ملا۔ ترجمہ کے اس روپ میں روایتیں آسانی کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ گھل مل گئیں۔ ان ترجموں کے سوا ایسے دوسرے ترجموں کے ذریعے بھی عربی زبان کی بہت سی فنی اصطلاحیں یورپی زبانوں میں رائج ہوئیں۔ طبی ضابطے کے مطابق شکر کو پانی میں حل کر کے اس میں کوئی دوا املادی جاتی ہے اور اس محلول کو Syrup کہتے ہیں جو عربی زبان شراب سے لیا گیا ہے۔ قرون وسطیٰ کے لاطینی میں سوڈا Soda کے معنی درد سر اور سوڈانیم sodanime کے معنی دردسر کے علاج کے تھے حقیقت میں یہ عربی لفظ ''صداع'' ہے جس کے معنی شدید دردسر کے ہیں۔ عربی تصانیف کی بے شمار کیمیائی اصطلاحیں لاطینی زبان کے ذریعہ یورپی زبانوں میں پھیل گئیں مثلاً الکوہل Alcohal وغیرہ۔

عربوں نے اسپین کو ترقی دے کر جس طرح اس کو یورپ کا زریں عہد بنا دیا وہ قوموں کی تاریخ کی بہت ہی دلآویز کہانی ہے اُس وقت دنیا کا کوئی بھی ملک اسپین کے شہروں کا کسی بھی اعتبار سے مقابلہ نہیں کر سکتا تھا فراخ دل یورپی مؤرخین نے اعتراف کیا ہے کہ مسلمان جب اسپین پہنچے تو انہوں نے اس کو علمی اور سماجی ترقی کے لحاظ سے ایسا بدل دیا کہ یہ یورپ کا سرتاج بن گیا۔

رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۴۰ صفحات کے اس رسالے کی انتہائی کم (فی شمارہ صرف پندرہ روپے اور سالانہ خریداری 150/روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے بیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقوم ''ادارہ رضوان'' کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زرسالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ اور منی آڈر فارم بھی روانہ کیا جاتا ہے۔ تاکہ یاددہانی ہو سکے۔

یاد رکھئے! زرسالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہٰذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زرسالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ ''رضوان'' خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرما دیں۔ نیز اپنا خریداری نمبر یا جس نام سے رسالہ جاری ہے وہ پتہ صاف اور خوشخط ضرور لکھیں۔

آپ کا تعاون اس دینی سعی و کاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور ''رضوان'' کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کے لئے کارخیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

مفتی راشد حسین ندوی

سوال وجواب

س : ایک عورت کے بچہ پیدا ہوا ہے، جس کے دو سر ہیں، چار آنکھیں ہیں۔ بقیہ اعضاء عام انسانی اعضاء کی طرح ہیں۔ بچہ ابھی حیات ہے، لیکن ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ اس کا زندہ رہنا مشکل ہے، تو کیا اس کے مرنے پر کفن دیا جائے گا اور نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟

ج : صورت مسئولہ میں بچہ کے مرنے کے بعد اس کو غسل اور کفن دیا جائے گا اور نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ (شامی ۱/۶۲۰)

س : مسلمان اپنے بچوں کا ختنہ ۵ سے ۸ سال کی عمر میں کراتے ہیں، اسے سجا کر ہار وغیرہ پہنا کر گھوڑے پر سوار کرکے باجے گاجے کے ساتھ گھماتے ہیں، محلہ والوں اور رشتہ داروں کو مدعو کرتے ہیں، ختنہ کے وقت سوپ یا بڑے تھال میں آٹا وغیرہ رکھ کر اور آٹے کا چراغ جلا کر رکھتے ہیں، جب نائی یا جراح ختنہ کرتا ہے تو مدعوئین اس سوپ یا تھال میں حسب استطاعت روپئے ڈالتے ہیں، وہ کل رقم نائی یا جراح کی ملکیت ہوتی ہے اس کے بعد سب مدعوئین کو کھانا کھلایا جاتا ہے، ان اعمال کا شرعی بیان فرمائیں؟

ج : لڑکوں کا ختنہ کرانا سنت مؤکدہ ہے، اور بلوغ سے پہلے پہلے کرا دینا چاہئے، اس موقع پر حسب استطاعت دعوت کا اہتمام درست ہے، بشرطیکہ قرض لے کر یا نام ونمود کے مقصد سے نہ ہو، باجا جس طرح اور موقعوں پر حرام ہے اس موقع پر بھی حرام ہوگا، بقیہ افعال محض رسم ورواج ہیں جن کی شریعت میں کوئی دلیل نہیں ہے، اس لئے ان سے پرہیز کرنا چاہئے۔ (کفایت المفتی ۲/۲۹)

س : زید کے پاس اتنا اثاثہ نہیں ہے جس سے اس پر زکوۃ واجب ہو، نہ ہی اس کی بیوی کے پاس تو کیا دونوں کی ملکیت کو شامل کرکے نصاب دیکھا جائے گا؟

ج : زکوۃ کے وجوب میں دونوں مستقل حیثیت رکھتے ہیں، ان کے اثاثہ کو جمع کرکے نصاب نہیں دیکھا جائے گا۔

س : زید نے ایک دوکان کرایہ پر لی، کیا وہ یہ دوکان کسی اور کو کرایہ پر رکھا سکتا ہے؟

ج: کرایہ پر لی ہوئی کسی بھی چیز کو کرایہ پر دیا جاسکتا ہے، اگر جتنے پر لیا تھا اسی کرایہ پر یا اس سے زیادہ کرایہ پر دیا تو صرف دو شکلوں میں اس سے استفادہ کرسکتا ہے، ایک یہ کہ اس چیز میں اس کا کوئی ذاتی اضافہ ہو مثلاً فرنیچر وغیرہ اس کا ہو، یا جس جنس سے کرایہ پر لیا تھا اس کے علاوہ کسی دوسری جنس کے بدلہ کرایہ پر دے، مثلاً ایک ہزار روپے کرایہ پر لیا تھا تو روپئے کے بجائے دوسرے کو دو کوئنٹل گیہوں کے بدلہ کرایہ پر دے، اگر یہ دو شکلیں نہیں ہیں تو زائد کرایہ کا صدقہ کرنا ضروری ہے، ایک مزید بات یہ کہ جس سے کرایہ پر لیا ہے اس کو کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے۔ (شامی کتاب الاجارۃ)

س : مسجد کا بیت الخلاء ہے، پردیسی آتا ہے جس کو نماز سے قبل یا بعد میں حاجت ہو جائے تو کیا بیت الخلاء استعمال کرسکتا ہے، مسجد کی کمیٹی کہتی ہے کہ یہ صرف کمیٹی کے لوگوں کے لئے ہے تو کیا یہ کہنا درست ہے؟

ج : مسجد کا بیت الخلاء تو تمام نمازیوں کے لئے عام ہونا چاہئے، اور تمام نمازیوں کو اس کے استعمال کی اجازت ہونی چاہئے، اگر کمیٹی والے کسی خاص وجہ سے روکتے ہیں تو اس کے بارے میں جب تک تفصیل نہ معلوم ہو کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

س : میرے شوہر نے مجھ کو طلاق دے دی ہے، ایک نو سالہ بچہ ساتھ ہے، تعلقات کافی عرصہ سے خراب تھے، جس کے دوران میں والد کے گھر رہی، اور لڑکے کو خود ہی پالا پوسا، اب شوہر نے عدالت میں بچہ کی واپسی کا مقدمہ دائر کردیا ہے، لہٰذا مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب مطلوب ہیں۔

بقیہ......صفحہ......۲۹......پر

ادارہ

ایک معمولی بحث وتکرار نے مجھے حلقہ بگوش اسلام کردیا

یونیورسٹی کے مرکزی ہال میں بڑا ہنگامہ تھا، پادری سے سوالات پوچھے جا رہے تھے اور جب ان کی طرف سے تسلی بخش جواب نہیں ملتا تو لوگوں کی طرف سے شور مچانے کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ معاملہ یہ تھا کہ تثلیث کے مسئلے پر لوگ سوال کرتے تھے لیکن پادری کے پاس لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا۔ پادری نے اپنے خطبے میں کہا تھا کہ خدا کا وجود تین حصوں میں منقسم ہے۔ ان کی دلیل تھی کہ یہ کائنات اتنی بڑی ہے کہ اس کے کاموں کی نگرانی کرنے کے لئے خدا نے اپنی ذمے داریوں کو اپنے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام اور پاک روح مریم علیہا السلام کے درمیان تقسیم کردیا اور اس نے فیصلہ صادر کیا کہ وہ اب تنہا کائنات کے نظام کو نہیں چلا سکتا۔ اس لئے خود کو آرام پہنچانے کے لئے اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور پاک روح مریم کو اپنے اختیارات دے دیے۔ یہ بات سامعین کے لئے اس درجہ عقل کے خلاف تھی کہ انہوں نے تشفی حاصل کرنے کے لئے پادری سے سوالات کرنا شروع کردیے چونکہ بات عقل کے خلاف تھی، اس لئے پادری کی بات کو قبول کرنے کے لئے لوگ کسی طرح بھی آمادہ نظر نہیں آتے تھے۔

اصل میں یہ ایک مذاکرہ تھا جس میں عیسائیوں اور مسلمانوں کو اپنے اپنے خیالات کے اظہار کے لئے مدعو کیا گیا تھا۔ پادری کی تقریر سے پہلے ایک مسلمان عالم دین تقریر کر چکے تھے اور انہوں نے مدلل طور پر یہ ثابت کیا تھا کہ خدا ایک ہے اس کو منقسم نہیں کیا جاسکتا۔ یہ کائنات اس کے حکم سے چلتی ہے اور ہر روز اس کی حکمرانی ہے، ہوائیں اسی کے حکم سے چلتی ہیں، خدا کے علاوہ کوئی دوسری طاقت ایسی نہیں ہے جو ہواؤں کے رخ کو موڑ سکے۔ موسم اسی کے حکم سے تبدیل ہوتے ہیں۔ سورج، چاند اور ستاروں کے لئے خدا نے ایک نظام قائم کردیا ہے اور اس کے قائم کردہ نظام ہی کے تحت سیارے اپنے اپنے راستوں پر گامزن ہیں وہ جو چاہتا ہے، اپنی مرضی سے کرتا ہے۔ خدا پر کسی کا حکم نہیں چلتا، مخلوق پر ایک خدائے واحد کا حکم چلتا ہے، زندگی اور موت سب خدا کے اختیار میں ہے۔ زمین سے غلہ اسی کے حکم سے پیدا ہوتا ہے، خدا وہ ہے جسے کسی کے مشورے کی ضرورت نہیں۔ آسمان کو چھوتے ہوئے پہاڑ زمین پر بہتے ہوئے سمندر سب اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ خدا کی مخلوق کہاں کہاں ہے اور کتنے قسم کی ہے، اس کا علم آج تک کسی کو نہیں ہو سکا ہے، اس لئے خدا نے اپنے پیغمبروں کو حکم دیا ہے کہ سارے انسان اس کو اپنا معبود مانیں اور اسی کے آگے سر بسجود ہوں۔

اسلام کے عالم دین نے عیسائیوں کے تثلیث کے مسئلہ کو باطل قرار دیا اور عیسائیوں پر الزام عائد کیا کہ انہوں نے بائبل میں بہت سے تبدیلیاں پیدا کرکے اس کی صورت کو بگاڑ دیا ہے۔ ہر زمانے میں عیسائی پادریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی کتاب بائبل میں نہ جانے کتنی تبدیلیاں پیدا کی ہیں اور آج صورت حال یہ ہے کہ روئے زمین پر اصل بائبل کہیں بھی موجود نہیں ہے۔ عیسائی دنیا میں طرح طرح کی کتابیں بائبل کے نام سے پڑھی جاتی ہیں۔ ہر ملک کے عیسائی اپنی سوسائٹی میں رائج بائبل پر ایمان رکھتے ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ بعض ممالک میں رائج بائبل مقدس اس درجہ بگڑی ہوئی ہے کہ کسی حالت میں بھی اس کو خدائی کتاب نہیں کہا جاسکتا۔

اس کے برخلاف قرآن مجید کو نازل ہوئے چودہ سو سال سے بھی زیادہ کا عرصہ گزر